خانوادہ رضویہ کی شعری و ادبی خدمات

باسمہ تعالٰی و تقدس

بہ فیض : حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا نوری قدس سرہ العزیز

بہ کرم : حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

خانوادۂ رضویہ کی شعری و ادبی خدمات

تصنیف:

محمد توفیق برکاتی مصباحی

(الجامعۃ الغوثیہ، ممبئی۔۳)

ناشر:

رضا اکیڈمی، ممبئی۔۹

نام کتاب	:	خانوادۂ رضویہ کی شعری وادبی خدمات
تصنیف	:	محمد توفیق برکاتی مصباحی
تصحیح	:	مولانا محمد عبدالرب حشمتی مصباحی
کمپوزنگ	:	البراق گرافکس، ممبئی۔۹ (فون:9820983557)
سن اشاعت	:	باراول ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء
صفحات	:	۸۰
بہ اہتمام	:	انجمن غلامان مصطفیٰ، بھنگواں، اعلی پور، امبیڈکر نگر، یوپی
ناشر	:	رضا اکیڈمی، ممبئی۔۹

مراسلت ورابطہ کا پتہ:

Mohammad Toufeeque Barkati Misbahi
Aljamiatul Gousiya, 1st floor, fine mansion, 132
Kambekar Street, Mumbai.400003
Phone: 9819433765, E-mail:
mtbarkati@rediffmail.com

انتساب

''رضویات'' پر کام کرنے والے جملہ محققین، دانش وران، علما، فضلا، شعرا، ادبا کے نام.........جو امام احمد رضا کے افکار، تعلیمات، تصنیفات، فتاویٰ، مکتوبات وملفوظات کے بے کراں سمندر کی تہوں میں اتر کر سیپیاں تلاش کر رہے ہیں........آب دار موتیوں کی چکا چوند سے آنکھیں خیرہ ہو رہی ہیں ....دنیا حیران ہے ....حقیقت کیا ہے؟ بڑے بڑوں نے کہا: رضا کی ذات تو ایک معجزہ ہے.......اس کی حقیقت شناسی مشکل ہے........ذہن وفکر کی قوت پرواز جواب دے رہی ہے........ابتدا تو ایسی ہے.................انتہا خدا جانے۔

او محققو!! اپنی رفتار تحقیق وجستجو تیز گام کر دو،

او دانش ورو!! علوم رضا کے بحر ذخار میں اتر جاؤ،

او ماہرو!! انوار رضا کے قمقموں سے عالم کی گلیاں سجا دو،

او ادیبو!! تحقیقات رضا کے اسرار وحقائق کی دریافت میں جٹ پڑو،

او فاضلو!! افکار رضا کی ترویج وتنفیذ میں پوری توانائی صرف کر دو،

اعزاز ملے گا، رضا پر کام مقبولیت کی سند ہے، پروفیسر محمد مسعود احمد کراچی نے نہیں کہا؟ سنو!! ''امام احمد رضا پر لکھنے والے سعادت مند ہوتے ہیں اور ان کی غیب سے تائید ہوتی ہے''

سگ بارگاہ غوث وخواجہ ورضا

محمد توفیق برکاتی مصباحی (۱/ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ)

بصد خلوص ومحبت

ماں...........!!

میری مشفقہ، محسنہ ماں!!

ابر رحمت ان کی مرقد پر گہر باری کرے

تو نے میری پرورش وپرداخت، تعلیم وتربیت، تہذیب وتادیب میں کیا کچھ نہیں کیا......مجھ جیسے ناتواں پودے کو توانائی ورعنائی عطا کرنے کے لئے اپنا خون جگر دیا......شب وروز کا آرام بھلا دیا......نیندیں قربان کیں......

ماں......!! وہ پودا توانا ہو چکا......اس میں شاخیں نکل آئیں......اب پھل بھی آنے لگے......

لیکن......ماں! اب تم کہاں ہو؟ دیکھو......اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو، لو......ماں!!...........تمہارا یہ فرزند بہ صد خلوص ومحبت اس علمی وادبی کاوش کو تمہارے حضور پیش کرتا ہے۔

گر قبول افتد زہے عز وشرف

نیازمند........محمد توفیق برکاتی مصباحی ممبئی ۳

تقریظ

حضرت مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی رضوی برکاتی (پی-ایچ-ڈی)

قندھار میں قبیلہ بڑھیچ کا وہ ایک خوش نصیب فرد تھا، جو لاہور آیا اور حکومت مغلیہ کے منصب ششش ہزاری پر فائز ہوا۔ اسی قابل احترام فرد کے لائق فخر فرزندوں نے دہلی میں سعادت نہر جاری کرائی اور سعادت گنج بسایا، اسی خاندان عالی شان کا ایک جانباز بریلی کی مہم پر روانہ ہوا اور اس نے وہ معرکہ سر کیا جس کے لیے وہاں پہونچا تھا۔ اسلامی ہند اور غلام ہندوستان میں اس کنبہ کی ملکی وسیاسی سرگزشت کچھ اور ہی ہے جو آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہے۔

وہی خاندان سعادت نشان، جس نے ملکی انتظامات اور سیاسی محاذات پر ان مٹ نقوش چھوڑا تھا، اسی کا ایک بطل جلیل دفعتاً جغرافیائی حدوں کی حفاظت سے ہٹ کر دینی سرحدوں کی پاسبانی میں لگ گیا، علم وافادہ کی مسند آراستہ کی اور عبادت وریاضت کا جادہ بچھایا اور اس میدان میں وہ نام پیدا کیا کہ دنیا سمٹنے لگی، پروانے نثار ہونے لگے، نام تھا رضا علی خاں، تاریخ کے اوراق میں ان کا نام یوں ملتا ہے، امام العلما حضرت مولانا شاہ رضا علی خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

یہاں سے اس خاندان کی ایک نئی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے جو دین وحدیث، فقہ وافتا، علم وادب، فکر وفن، شعر وسخن، ہدایت وارشاد، حفاظت دین، سرکوبیِ اعدائے دین اور عشق مصطفیٰ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محیط ہے۔ اب یہ خاندان خانوادۂ رضا میں تبدیل ہو کر مشہور جریدۂ عالم ہے اور انفس وآفاق میں اس کی عزت وشہرت روز افزوں ہے۔ خاتم المحققین حضرت مولانا شاہ نقی علی خان، مجدد اسلام مولانا شاہ امام احمد رضا خان، حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خان، تاجدار اہل سنت حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان اور ان کے عم محترم استاذ زمن حضرت مولانا شاہ حسن رضا خان علیہم الرحمۃ والرضوان اور دور حاضر میں اس خاندان کی پرانی روایتوں کے امین وعلم بردار تاج الشریعہ حضرت مفتی اختر رضا خان دام ظلہ العالی وہ ناموران اسلام ہیں کہ اگر کہا جائے کہ اسلاف واکابر صوفیا کو چھوڑ کر ہندوستان میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تحریک احیائے اسلام وبقائے دین کے بعد تیسری سب سے بڑی تحریک ہے تو وہ بیجا نہ ہوگا۔

یہ طویل علمی وفقہی اور ادبی وشعری تاریخ جو سیکڑوں کتابوں، ہزاروں صفحوں، کئی نسلوں اور کئی پشتوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ ضرورت تھی کہ اس کا رس اور روح نکال کر ایک عطر بیز مجموعہ تیار کیا جاتا۔ گرامی قدر نوجوان فاضل جلیل حضرت مولانا مفتی توفیق احسنؔ برکاتی کو خداوند قدوس نے یہ توفیق بخشی کہ انہیں اس ضرورت کا احساس ہوا اور قرطاس وقلم لے کر بیٹھ گئے، تلاش وتحقیق اور ترتیب وتہذیب کی چھلنی سے صدہا کتابوں، ہزاروں صفحوں کا عطر کشید کر کے ایک ایسی کتاب تحریر فرمائی جو نہ بالکل ہلکی پھلکی ہے جو قاری کو سیراب نہ کرے اور تشنہ چھوڑ دے اور نہ ہی موٹی ووزنی ہے، جو دوستوں کے ذوق نازک کر گراں بار ہو۔ پیش نظر کتاب جب آپ کو خانوادۂ رضویہ کے زعفران زار شعر وادب کی سیر کروائے گی تو آپ بھرپور لطف اندوز ہوتے ہوئے ہولے اور ہلکے انداز سے گزر جائیں گے، نہ آپ کو کہیں تھکان ہوگی اور نہ بدمزگی کا احساس۔

آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ''یہ اور وہ ہوتا تو اچھا ہوتا'' اور ''یہ اور وہ نہ ہوتا تو بہتر ہوتا'' یا ''یہ ہوتا اور وہ نہ ہوتا'' یا ''وہ ہوتا یہ نہ ہوتا تو کیا بات ہوتی؟''

میں حضرت برکاتی صاحب کو ایسی مفید مختصر مگر پر از معلومات کتاب لکھنے پر دل کے ہر دریچہ سے مبارک باد پیش کرتا ہوں، میری ذات تو معصیات سے پر ہے پھر میری زبان گناہ گار کیوں نہ ہوگی، ایسی گناہ آلود زبان زبان کی دعا کا وعدہ کچھ وزن نہیں رکھتا، اس لیے سعید و شفیق قارئین سے التماس کرتا ہوں کہ وہ حضرت برکاتی صاحب کے لیے دعا فرمائیں کہ خدا انہیں توفیقات کثیرہ سے نوازے تا کہ وہ شب کے سناٹے وسیاہی میں سورج اگاتے اور صحرا میں پھول کھلاتے رہیں۔ آمین

احقر العباد

غلام جابر شمس مصباحی رضوی برکاتی

مرکز برکات رضا، میرا روڈ

۷ رربیع الآخر ۱۴۲۹ھ / ۱۴ ر اپریل ۲۰۰۸ء

تقریب

خلیفۂ حضور سید آل رسول حسنین میاں نظمی مارہروی حضرت علامہ

قاری عبدالرشید رحمانی برکاتی مصباحی (خطیب و امام مینارہ مسجد، ممبئی ر۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم والہ واصحابہ اجمعین

فاضل جلیل محبّ مکرم حضرت علامہ محمد توفیق احسؔن صاحب برکاتی مصباحی ایک جواں سال ادیب، نثر نگار اور شاعر ہیں، چند برس قبل ممبئی کی مشہور دانش گاہ ''الجامعۃ الغوثیہ'' میں تدریسی خدمات کے لیے مادر علمی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے استاد گرامی محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ کی بارگاہ سے تربیت لے کر قدم رنجہ ہوئے، جب سے اب تک مسلسل تدریس و تعلیم اور مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ و ابلاغ میں تحریر و تقریر کے ذریعہ ہمہ تن مصروف ہیں۔ نظم کے میدان میں ان کا نعتیہ مجموعہ کلام ''سخن کی معراج'' بہت جلد ہدیہ قارئیں ہونے والا ہے۔ میرا ان کا جلد ہی تعارف ہوا اور پھر اس کے بعد سے ان کی متواضع طبیعت، شیریں کلامی اور حسن اخلاق سے کافی متاثر ہوا، یہ دراصل ان کی گونا گوں خوبیوں اور علمی تذکروں، خاص کر فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لگن اور محبت کی وجہ سے ہے۔ جو بھی ان سے ملے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بہ ظاہر تو دھان پان ہیں، لیکن عشق رضا کی گرمی سے ایسے سرشار ہیں کہ ایک مستحکم چٹان ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی ولادت کا سن ہجری "اولئك كتب فی قلوبهم الایمان واید هم بروح منه" (۱۲۷۲ھ) کی آیت مبارکہ سے مستخرج فرمایا، جس سے ان کے عشق رسول اور وارفتگی کی

وسعت وہمہ گیریت کا پتہ چلتا ہے۔فرماتے ہیں: خدا کی قسم اگر میرے دل کے دوٹکڑے کیے جائیں تو ایک پر ”لاالٰہ الا اللہ“ اور دوسرے پر ”محمد رسول اللہ“ لکھا ہوا ملے گا۔حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے بالکل صحیح فرمایا کہ ؎

خدا ایک پر ہو تو اک پر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اگر قلب اپنا دو پارہ کروں میں

امام احمد رضا اپنے بے کراں علم اور عشق رسول سے مشہور عالم ہوئے تو ان کا ذکر جمیل کر کے نہ جانے کتنے ارباب علم ودانش نہ صرف دنیا والوں کی نظروں میں قابل احترام ہو گئے، بلکہ عشق رضا کے صدقے انہیں عشق رسول کی لذت اور چاشنی بھی مل گئی..................امام احمد رضا عشق رسول کا ہی معیار نہیں، بلکہ سچی عزت وشہرت کا بھی پیمانہ ہیں، جس نے ان کا تذکرۂ خیر اپنا شعار بنایا اسے دنیا وآخرت کی سعادتوں نے اپنی آغوش میں لے لیا اور جس نے ان کے رخ زیبا پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی، نامور ہوتے ہوئے بھی قعر مذلت میں دھنستا ہی چلا گیا۔حضرت توفیق احسن برکاتی کے حصہ میں امام احمد رضا کی مدح سرائی کی سعادت ہی نہیں آئی، بلکہ پورے خانوادے کے علمی افراد کے ذکر سعید کا شرف بھی انہیں میسر آیا، پھر تصور کریں کہ کیسی کیسی عزتیں اور رفعتیں انہیں نصیب ہوئی ہوں گی؟.........ان کی بالکل ہی تازہ ترین تصنیف ”خانوادۂ رضویہ کی شعری وادبی خدمات“ امام احمد رضا کے آباواجداد سے لے کر موجودہ سجادہ نشین تک کے علمی افراد کے شعروادب کا علمی جائزہ ہے، جسے مصنف نے کافی عرق ریزی، گہرے مطالعہ اور تحقیق کے بعد قرطاس وقلم کے حوالہ کرنے کی کوشش کی ہے......ہر فرد کی خدمات کا نہایت جامع، مدلل اور باحوالہ تذکرہ مع نمونۂ کلام (نثر ونظم) پیش فرمایا ہے جو قاری کے لیے وقیع معلومات کا بیش بہا خزانہ ہے۔بہ قول مصنف یہ ان کا پہلا تصنیفی شاہ کار ہے جو کتابی شکل میں منصۂ شہود پر آیا، لیکن مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ کسی کہنہ مشق فنکار نے

اپنے قلمی جواہر پارے بڑے سلیقہ سے سجائے ہیں، جس میں تکلف وتصنع، کھینچ تان اور زور زبر دستی کی آمیزش نہیں، بلکہ بڑی روانی اور سلاست کے ساتھ اقتباسات اور حوالہ جات سے ہم آہنگ مضامین پیش فرمائے ہیں........ پوری کتاب خانوادۂ رضویہ کے کل دس بزرگوں کے حالات وکوائف مع علمی، شعری وادبی خدمات پر مشتمل ہے جس کی اشاعت کا بیڑہ مشہور سنی تنظیم ”رضا اکیڈمی ممبئی“ نے اٹھایا ہے جو واقعی ایک قابل تقلید کارنامہ ہے، بانی ادارہ سعید ملت، اسیر مفتی اعظم الحاج محمد سعید نوری صاحب زید مجدہ جن کی مساعیٔ جمیلہ سے یہ کتاب منصۂ شہود پر آئی ہے، مولیٰ تعالیٰ تمام اہل سنت کی جانب سے انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، اور اس کتاب کو قبولیت عامہ کا شرف بخشے، آمین،

محمد عبد الرشید رحمانی برکاتی مصباحی (۳ر ربیع الآخر ۱۴۲۹ء)

تأثر جمیل

حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قادری رضوی (باسنی، ناگور)

حامدا و مصلیا

امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ العزیز کی حیات وخدمات کی درجنوں جہتیں ہیں اور ہر جہت میں وہ بے مثال نظر آتے ہیں، تبحر علمی، ذہن وقاد، اقلیم فصاحت وبلاغت کی سروری، عشق وادب اور تصنیف وتالیف میں کمال یہ قدرت کے وہ عطیے ہیں جن سے امام موصوف کونوازا گیا، پھر اخلاص وللّٰہیت نے ان میں مزید نکھار پیدا کیا۔ محققین اور دانشور حضرات جب ان کی حیات کے متعدد پہلوؤں پر تحقیق کرتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں کہ امام احمد رضا تو ہر فن کے امام نظر آتے ہیں۔ بلاشبہ وہ علم اور عشق کے سنگم تھے، ان کے علم کی جلالت شان دیکھنی ہو تو علمی تحقیقات واکتشافات سے پر ''فتاویٰ رضویہ'' کی ضخیم مجلدات دیکھیے اور ان کے عشق مصطفوی میں غرق ہونے کا انداز دیکھنے کے لیے ''حدائق بخشش'' (دوجلدیں) کا مطالعہ کیجیے جو محبت و عقیدت کی سوغات ہے اور مدحت ونعت کا لازوال ارمغان ہے اور جس کی ہر نعت اپنی معنی آفرینی، ندرت بیان اور شوکت الفاظ کی بدولت آسمان عقیدت ومحبت پر جگمگانے والے نجم کامل کی حیثیت رکھتی ہے۔

امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری جہاں ان کے باکمال شاعر اور عاشق صادق ہونے کا پتہ دیتی ہے وہیں ادبی چاشنی ان کے مثالی ادیب ہونے پر دال ہے، کوثر وتسنیم سے دھلی ہوئی

زبان میں ان کے مشہور زمانہ سلام ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' نے تو انہیں ملک گیر شہرت بخشی ہے، یہ مدینے سے چلنے والی نسیم رحمت کا ہی ثمرہ ہے کہ آج عقیدت ومحبت میں مہکتا ہوا یہ سلام پوری دنیا میں گونج رہا ہے، ان کی اردو کے ساتھ عربی زبان میں کہی گئی نعتیہ شاعری نے انہیں ملک کے تمام نعت گوشعرا میں ممتاز مقام دیا ہے، بھلا جس کے شعر وسخن کی تعریف میں مولانا حسرتؔ موہانی اور داغؔ دہلوی جیسے سخنور رطب اللسان ہوں اس کے شعر وادب کا کیا کہنا۔ بلاشک وشبہ وہ چودہویں صدی سے اب تک امام شعر وادب ہیں، ان کی نعتیہ شاعری برائے شاعری نہیں ہے بلکہ ان کے محبّ صادق کی ترجمانی کرتی ہے اور ان کے احساسات و جذبات کی نمائندگی کرتی ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری رقم طراز ہیں:

''ان کی نعتیہ شاعری بنیادی طور پر فلسفیانہ موشگافیوں اور علم وفن کی بھول بھلیاں کی شاعری نہیں، بلکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات وصفات سے گہری وابستگی اور شدید جذباتی لگاؤ کی شاعری ہے'' (نعت رنگ، کراچی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی نمبر،ص ۴۳)

اس طرح ارباب علم وادب نے ان کی ادبی وشعری خدمات کی خوب داددی ہے اور یہ بھی فضل ایزدی کہیے کہ خانوادۂ رضا کا ہر فرد عشق وادب کی دولت سے مالا مال ہے، ان کے جد امجد مولانا رضا علی خاں، والد گرامی مولانا نقی علی خاں علیہما الرحمہ اپنے وقت کے باادب اور باکمال صاحب شعر وسخن تھے، پھر ان کی اولاد میں بھی ایک سے بڑھ کر ایک عاشق وشاعر ہوئے۔ یہ خدائے بخشندہ کے خصوصی انعامات ہیں، جس سے اس خانوادہ کو مشرف کیا گیا۔

فالحمد للہ علی ذلک

قابل مبارک باد ہیں محبّ گرامی مفتی توفیق احمد صاحب برکاتی مصباحی جنہوں نے

خانوادۂ رضویہ کی شعری وادبی خدمات سے ہمیں آشنا کرانے کی سعی جمیل کی اور عمدہ پیرایۂ بیان میں درجنوں حوالہ جات کی روشنی میں اپنی بات کو باوزن بنانے کی کوشش فرمائی ہے، ان کا مقالہ پڑھنے سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ رضوی خاندان میں کیسے کیسے ارباب علم وادب اور صاحبانِ شعروسخن پیدا ہوئے جن کی نعتیہ خدمات سے جہانِ اسلام میں بہار کا سماں پیدا ہوگیا۔ رب کریم اس خانوادہ کے روحانی فیضان سے ہمیں مالا مال فرمائے اور مؤلف ومرتب موصوف کی مخلصانہ خدمت کو قبول فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوات و اکمل التسلیمات و علی الہ و صحبہ اجمعین

العبد المذنب
غلام مصطفیٰ قادری رضوی
باسنی، ناگور، راجستھان

مُقدّمہ

امام احمد رضا قادری برکاتی محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان (م ۱۳۴۰/۱۹۲۱ء) کی دینی وعلمی، فقہی واصلاحی، تعلیمی وفنی اور شعری وادبی خدمات پر سیکڑوں مضامین ومقالات لکھے جاچکے ہیں۔ ہر ہر گوشے پر ریسرچ وتحقیق کی جارہی ہے، لیکن کوئی بھی گوشہ مکمل ہوتا نظر نہیں آتا، آپ کے علم وفضل اور کمالات کا آفتاب نصف النہار پر پوری آن بان اور شان کے ساتھ روشن ودرخشاں ہے، نگاہیں خیرہ ہو رہی ہیں اورافکار معطر ومعنبر۔

خانوادۂ رضویہ کی تاریخی و دینی وفقہی خدمات، تصلب فی الدین اور استقامت، تقویٰ وعبادت اور شعروادب کے میدان میں ممتاز ونمایاں اوصاف کی حامل ہے، شعر وادب اوران کے متعلقہ فنون میں ایک سلسلہ دکھائی دیتا ہے، جو امام احمد رضا قدس سرہ کے جد امجد مولانا رضا علی خاں بریلوی سے لے کر اب تک اس خانوادہ میں جاری وساری ہے۔ اردو شعر و ادب کی تاریخ پر نعت گوئی کے حوالے سے اس خانوادے نے جس قدر گہرے اثرات مرتب کیے وہ اصحاب علم وفن پر مخفی نہیں۔

پیش نظر مقالہ ''خانوادۂ رضویہ کی شعری و ادبی خدمات'' کی سیر کراتا ہے جن سے ہندوستان کی ادبی تاریخ کا گوشہ گوشہ جگمگاتا رہا ہے اور نعت کی ہر اس بزم میں خانوادۂ رضویہ کی سخن آرائی ونکتہ سنجی کا ڈنکا بج رہا ہے اور یہ حقیقت بھی خوب نمایاں ہو چکی ہے ؎

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم — جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

مولانا محمد توفیق برکاتی مصباحی ایک جواں عزم اور جواں سال صاحب قلم ہیں، آپ کے اشعار میں محبت ووارفتگی کا عنصر جھلکتا اور عشق وعرفان کا جام چھلکتا دکھائی دیتا ہے اور نثر بھی دل چسپ ودل پذیر ہے، جس کا تحقیقی پہلو قاری کو متاثر کرتا ہے۔ پیش

نظر مقالے میں اس کے جلوے دیکھے جاسکتے ہیں۔

خانوادۂ رضویہ کی شعری وادبی خدمات پر موصوف نے محققانہ انداز اور دل نشیں اسلوب میں روشنی ڈالی ہے، اس رو سے امام احمد رضا قدس سرہ کے جد امجد مولانا رضا علی خاں بریلوی اور والد ماجد مولانا محمد نقی علی خاں برکاتی بریلوی اور امام احمد رضا قدس سرہٗ کی شعری وادبی خدمات پر لکھا ہے۔ جس طرح استاذ زمن علامہ حسن رضا خاں حسؔن بریلوی، حجۃ الاسلام علامہ محمد حامؔد رضا خاں قادری بریلوی، حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا نوریؔ بریلوی، مولانا حسنیؔن رضا خاں بریلوی، مولانا ریحان رضا خاں بریلوی، صدر العلما علامہ تحسین رضا خاں محدث بریلوی اور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری بریلوی پر بھی۔ ہر ہر شخصیت کا سوانحی خاکہ، تعلیم وتربیت، بیعت واجازت وخلافت، دینی وعلمی خدمات، نجابت وطہارت، درس و تدریس، مقبولیت واثرات اور تحریر وتصنیف پر بھی روشنی ڈالی۔ اپنے موضوع سے متعلق چیدہ اشعار بھی پیش کردیے ہیں نیز اصحاب علم کی آرا بھی۔

مجموعی طور پر اس قدر عمدہ اور تحقیق مقالہ تحریر کرنے پر مولانا موصوف لائقِ مبارک باد ہیں۔ آج جب کہ ذہنی تطہیر اور فکری پاکیزگی کے لیے صالح مطالعے کی اشد ضرورت ہے، ہم امید کرتے ہیں کہ موصوف اپنے قلم سے ایسی ہی علمی و تحقیقی اور سنجیدہ تحریریں صفحۂ قرطاس پر سجاتے رہیں گے۔ تحریر وتحقیق کا یہ مرحلۂ شوق مزید ذوق اور تب وتاب کے ساتھ جاری وساری رہے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے محبوب سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے موصوف کی اس سعی جمیلہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور حوصلوں کو توانائی عطا کرے۔ آمین

غلام مصطفیٰ رضوی، مالیگاؤں

۲۲ رربیع الاول ۱۴۲۹ھ / ۳۱ مارچ ۲۰۰۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شہر بریلی شمالی ہندوستان کے صوبۂ اتر پردیش کا وہ مشہور مقام ہے جہاں تیرہویں صدی میں چند ایسی نابغۂ روزگار اور عبقری شخصیتیں منصۂ شہود پر جلوہ بار ہوئیں جن کے گیسوئے علم وحکمت اور فکر وفن کی خوشبو سے ایک عالم مہک رہا ہے، جنہیں دنیا ''خاندانِ رضا'' اور ''خانوادۂ رضویہ'' کے نام سے جانتی ہے۔ اس خاندان کے نفوس قدسیہ اور مردانِ حق آگاہ نے سیاسی، سماجی، اصلاحی، تبلیغی، مذہبی اور دینی خدمات میں وہ اثر چھوڑا ہے جو تا قیامت تابندہ و درخشندہ رہے گا.................حضرت علامہ مفتی رضا علی خاں قادری بریلوی قدس سرہ نے علم وحکمت کے جس گلشن کی آبیاری کی اور عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کرنوں سے جس کے ذرے ذرے کو رشک کہکشاں بنایا، تقریباً ڈیڑھ سوسالوں سے ان کے عظیم وارثانِ علم حضرت علامہ نقی علی خاں بریلوی، مجدد اعظم امام احمد رضؔا قادری برکاتی، حجۃ الاسلام علامہ حامدؔ رضا بریلوی، مفتی اعظم علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری، استاذ زمن علامہ حسن رضا حسؔن بریلوی، علامہ ابراہیم رضا قادری جیلانی، علامہ ریحانؔ رضا بریلوی اور علامہ حسنین رضا وتحسین رضا خاں قادری رحمہم اللہ تعالیٰ اور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری قادری رضوی دام ظلہ النورانی چشمۂ کرم بن کر برستے چلے آئے ہیں، یہ سلسلہ تاہنوز جاری وساری ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ یوں ہی چلتا رہے گا۔

اس خانوادے کی دینی وملی خدمات اور علمی وفقہی کارناموں سے پوری دنیائے

علم و دانش متعارف ہے اور دین وسنیت کے لیے ان کی مساعی جمیلہ اور کارگزاریوں کو خراج تحسین و تبریک پیش کرتی ہے۔ اس مقدس اور تاریخی گھرانے کی شعری و ادبی خدمات اور کارہائے نمایاں کا ایک نمایاں باب ہے اور ایک امتیازی شناخت ہے نیز زبان و ادب کے فروغ و اشاعت کے اور استقرار و استحکام کے سلسلے میں ان حضرات کی کاوشیں آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں، ان کے ذریعہ زبان و ادب، شعر و سخن کو بلند اقبالی ملی اور شہرت دوام حاصل ہوئی۔ سر دست خانوادۂ رضویہ کی شعری و ادبی خدمات پر قدرے تفصیلی روشنی ڈالنے کی کوشش کی گی ہے۔

امام العلما مولانا مفتی رضا علی خاں بریلوی قدس سرہ

قدوۃ الواصلین حضرت مولانا رضا علی خاں بن حافظ کاظم علی خاں ابن محمد اعظم خان ابن محمد سعادت یار خان ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء بریلی میں پیدا ہوئے (۱) ۲۳ سال کی عمر میں ٹونک راجستھان میں مولانا خلیل الرحمٰن بن مولانا محمد عرفان رام پوری سے علوم و فنون کی تحصیل کر کے شہرۂ آفاق ہو گے۔

مولانا رحمان علی صاحب تحریر کرتے ہیں:

”مولانا رضا علی خاں ۱۲۲۴ھ میں پیدا ہوے اور شہر ٹونک میں مولوی خلیل الرحمٰن صاحب مرحوم سے علوم درسیہ حاصل کر بہ عمر ۲۳ ر سال (۱۲۴۷ء میں) سند فراغت حاصل کر کے اماثل و اقران کے منظور نظر اور مشہور اطراف و زمان ہوئے“ (۲)

علامہ رضا علی خان بریلوی نے اپنے زمانے سے با قاعدہ فتویٰ نویسی کی بنیاد رکھی اور بریلی کو تمغۂ افتخار عطا فرمایا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ اس

حقیقت کو یوں واشگاف فرماتے ہیں:

”بحمدہ اللہ تعالیٰ حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز کے وقت سے اس ۱۳۳۷ھ تک اس دروازے سے فتوے جاری ہوئے ۹۱ ر برس اور خود اس فقیر غفر لہ کے قلم سے فتوے نکلتے ہوئے بعونہ تعالیٰ ۵۱ ر برس ہونے آئے، یعنی اس صفر کی ۱۴ ر تاریخ کو پچاس برس چھ مہینے گزرے، اس نوکم سو برس میں کتنے ہزار فتوے لکھ گئے، بارہ مجلد تو صرف اس فقیر کے فتاویٰ کے ہیں“ (۳)

مولانا محمد شہاب الدین رضوی رقم طراز ہیں:

”تیرہویں صدی ہجری میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے جد امجد مفتی رضا علی خاں بریلوی (م ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۶ء) نے ۱۲۴۶ھ میں بریلی کی سرزمین پر مسند افتا کی بنیاد رکھی اور ۱۲۸۲ھ تک فتویٰ نویسی کا گراں قدر کام بحسن و خوبی انجام دیا“ (۴)

علم فقہ میں آپ یکتائے زمانہ تھے، بے مثل فقیہ، بلند مایہ عالم با عمل، تقویٰ و طہارت کے پیکر ولی صفت انسان تھے، آپ کے ہم عصروں نے آپ سے کافی استفادہ کیا، آپ کی علمی تحقیقات کو کافی سراہا ہے۔ چنانچہ حکیم عبدالحئی لکھنوی آپ کی علمی قدروں کو سراہتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”مولانا محمد رضا علی خان نے ۲۳ ر برس میں علوم منقولہ و معقولہ سے فراغت حاصل کی، اپنے ہم عصروں میں بہت ممتاز ہوئے اور علم فقہ میں بڑی مہارت حاصل کی“ (۵)

آپ بہت پر تاثیر تقریر فرماتے، آپ کے اوصاف شمار سے باہر ہیں، نسبت

کلام، سبقت سلام، زہد وقناعت، علم وتواضع میں یگانۂ زمانہ تھے۔ حکومت وقت نے آپ کے لیے لائق و فائق عہدوں کی پیش کش کی، لیکن آپ نے قبول نہ کئے، لالچ دی مگر کامیاب نہ ہوئے، اس لیے کہ آپ کی زندگی ابتدا ہی سے فقر وغنا اور درویشانہ شان رکھتی تھی، محتاجوں کی امداد آپ کو پسند تھی اور رضائے الٰہی آپ کی پونجی تھی۔ اس سلسلے میں علامہ بدرالدین قادری رضوی فرماتے ہیں:

''قطب الوقت مولانا شاہ رضا علی خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانے کے بے مثل عالم اور ولی کامل تھے، دنیوی حکومت کے عہدے آپ نے قبول نہ کیے، بلکہ ابتدا ہی سے زہد وتقویٰ فقر و تصوف کی زندگی گزاری'' (۶)

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں آپ کی خدمات تاریخ ہند کے زریں اوراق میں نمایاں مقام رکھتی ہیں، آپ نے شعر وشاعری کا ذوق بھی رکھا اور فن وادب کو کافی کچھ دیا، اردو، عربی اور فارسی تین زبانوں میں شعر گوئی کی۔ مجاہد آزادی مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی (م۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) کی شاگردی اختیار کی اور شاعری میں ان سے اصلاحات لیں، سرزمین ہند میں انگریزوں کے تسلط اور ملکی خرد برد کے حوالے سے ان کا یہ شعر پڑھنے لائق ہے۔

آہ ہم پر ہوا مسلط وبال فرنگیاں
ہمیں ہیں مالک اور ہمیں آنکھ دکھائی جاتی ہے (۷)

۲/جمادی الاولیٰ ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۶ء کو آپ کا وصال پر ملال ہوا۔ علم وفضل وفقہ وافتا کا یہ آفتاب روپوش تو ہوگیا لیکن اس کی تابندکرنیں آج بھی اپنے وجود کا احساس دلاتی ہیں۔ (۸)

خاتم المحققین علامہ نقی علی خاں بریلوی قدس سرہ

امام احمد رضا قدس سرہ کے والد ماجد علامہ مفتی نقی علی خاں بن رضا علی خاں بریلوی ۳۰/جمادی الآخرہ یا یکم رجب المرجب ۱۲۴۶ھ کو بریلی میں پیدا ہوئے (۹) اپنے والد محترم مولانا رضا علی خاں بریلی سے جملہ علوم ظاہری وباطنی کا اکتساب کیا، والد ماجد نے آپ کی تعلیم پر کافی توجہ دی، آپ کو انوار علوم اسلامیہ کا درخشندہ آفتاب بنا دیا اور مسند افتا سونپ دی۔

مولانا سید شاہد علی رضوی تحریر فرماتے ہیں:

''امام العلما نے نہ صرف خود مسند افتا کو زینت بخشی بلکہ اپنے فرزند سعید امام المتکلمین مولانا مفتی نقی علی خاں بریلوی قدس سرہ (م۱۲۹۷ھ) کو خصوصی تعلیم وتربیت دے کر مسند افتا پر فائز کیا'' (۱۰)

علامہ نقی علی بریلوی درس وتدریس، تصنیف وتالیف، تحقیق وتدقیق، فقہ وافتا کے علاوہ فہم وفراست، جودت طبع اور علو ہمت میں یگانۂ زمانہ تھے، آپ کی فراست صادقہ کا یہ حال تھا کہ جس معاملہ میں جو کچھ فرمایا وہی ظہور میں آیا، فقرا ومساکین کے ساتھ آپ کے معاملات بڑے عمدہ تھے، اغنیا وروسا وحکام کو دینی امر میں قابل اعتنا نہ گردانتے، سخاوت، شجاعت، قناعت، حلم وبردباری جیسے اوصاف جلیلہ کے مرقع تھے۔ ۵/جمادی الآخرہ ۱۲۹۴ھ کو مارہرہ مقدسہ میں حضرت سید شاہ آلِ رسول احمدی تاجدارِ مارہرہ قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ آپ نے باقاعدگی کے ساتھ مسند افتا سنبھالے رکھی اور فتویٰ نویسی کا عظیم فریضہ انجام دیتے رہے۔

مولانا سید شاہد علی رضوی رقم طراز ہیں:

’’آپ نے مسند افتا پر فائز ہونے کے بعد ۱۲۹۷ھ تک نہ صرف فتویٰ نویسی کا گراں قدر فریضہ انجام دیا بلکہ معاصر علما و فقہا سے اپنی علمی صلاحیت اور فقہی بصیرت کولوہا منوا کر مرجع فتاویٰ ہوگئے‘‘(۱۱)

علامہ نقی علی خاں چالیس سے زیادہ علوم وفنون پر کامل دستگاہ رکھتے تھے، تیس سے زائد آپ کی اہم تصانیف اس کی بین ثبوت ہیں اور آپ کی علمی یادگار ہیں، ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی آپ کی تصنیفات وتالیفات کے حوالے سے فرماتے ہیں:

’’علامہ نقی علی خاں قدس سرہ کی تصنیفات کی تعداد تقریباً چالیس ہے، تذکرۂ علمائے ہند کے مصنف نے ان کی تعداد ۲۶؍ بتائی ہے۔ صاحب الاعلام نے تصانیف کے ضمن میں ۶؍ کتابوں کا ذکر کیا ہے، مولانا شہاب الدین رضوی نے ۱۹؍ کتابوں کا تذکرہ کیا ہے‘‘(۱۲)

حیات اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین رضوی جلد اول ص:۹۱، ۹۲ میں ۲۶ کی صراحت موجود ہے۔ محقق رضویات ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی نے آپ کی ۲۶ تصانیف پر اجمالاً روشنی ڈالی ہے(۱۳) علامہ نقی علی بریلوی قدس سرہ العزیز کی یہ تحریر پڑھیں اور اس سے عیاں رموز ادب اور پند ونصیحت پر خوب خوب غور کریں:

’’دیوار جس قدر بلند ہو، نیو کی طرف احتیاج زیادہ ہوتی ہے اور نیو کے خراب ہوتے ہی گر جاتی ہے، جب تک درخت قائم ہے ثمر متوقع ہے، جب درخت نہ رہا ثمر کہاں؟ صوفیائے کرام

فرماتے ہیں: آج جو راہِ شرع پر ثابت قدم ہے قیامت کو صراط مستقیم پر قائم رہے گا اور جو خط مستقیم شریعت سے ذرا بھی جدا ہوگا جس قدر چلے گا مرکز ومقصد سے دور پڑے گا‘‘

(ہدایۃ البریۃ الی الشریعۃ الاحمدیۃ، طبع ممبئی، ص ۱۷)

آخری ذوالقعدہ ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں ۵۱ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔(۱۴)

آگے کی ابحاث میں آپ کے نامور، بلند اقبال اور عالمی شہرت یافتہ فرزند جلیل امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمات پر تفصیلاً روشنی ڈالی جائے گی، جن کی ذات پر وقار نے علم وفضل، شعور وآگہی، فکر وتدبر، فن وادب کا ایک دبستاں تشکیل دیا کہ ان کے انہیں کارناموں اور دین کی راہ میں پیش کی جانے والی قربانیوں نے قیامت تک کے لیے انہیں زندۂ جاوید بنا دیا۔

☆☆☆

مجددِ اعظم امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ العزیز

مجددِ دین وملت، امامِ عشق ومحبت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۰؍شوال المکرّم ۱۲۷۲ھ / ۱۴؍جون ۱۸۵۶ء کو بریلی میں پیدا ہوئے (۱۵) اور ۲۵؍صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء یوم جمعۃ المبارک کو وصال فرمایا (۱۶) پیدائشی نام ''محمد'' اور تاریخی نام ''المختار'' ہے، جدامجد مولانا رضا علی قدس سرہ نے آپ کا اسم شریف ''احمد رضا'' رکھا (۱۷) چار سال کی عمر میں قرآن کریم ناظرہ ختم کرلیا (۱۸) چھ سال کی عمر میں مجمع عام کے سامنے برسرِ منبر میلاد پاک کے موضوع پر تقریر کی (۱۹) آٹھ سال کے ہوئے تو عربی زبان میں ''ہدایۃ النحو'' کی شرح لکھی (۲۰) تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں علوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کر کے فارغ ہوگئے (۲۱) ۱۴؍شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ /۱۹نومبر ۱۸۶۹ء کو دستارِ فضیلت سے نوازے گئے، اسی دن آپ نے رضاعت سے متعلق پہلا فتویٰ لکھا، جواب بالکل درست تھا، والد ماجد مولانا نقی علی خاں بریلوی نے خوش ہوکر فتویٰ نویسی کی اجازت دے دی اور مسندِ افتا پر بٹھادیا۔ (۲۲)

امام احمد رضا قادری قدس سرہ خود ارشاد فرماتے ہیں:

> ''یہ وہی فتویٰ ہے جو چودہ شعبان ۱۲۸۶ھ کو سب سے پہلے اس فقیر نے لکھا اور اسی ۱۴؍شعبان ۱۲۸۶ھ کو منصب افتا عطا ہوا اور اسی تاریخ سے بحمداللہ تعالیٰ نماز فرض ہوئی اور ولادت دس شوال المکرّم ۱۲۷۲ھ روز شنبہ وقت ظہر مطابق ۱۴؍جون ۱۸۵۶ء ۱۱؍جیٹھ سدی ۱۹۱۳ سمبت کو ہوئی تو منصب افتا ملنے کے وقت فقیر کی عمر ۱۳؍برس دس مہینہ چار دن کی تھی، جب سے اب تک برابر یہی خدمت دین لی جارہی ہے، والحمدللہ'' (۲۳)

امام احمد رضا قدس سرہ نے چودہ سال کی عمر سے دینی، ملی، مذہبی وادبی خدمات انجام دینا شروع کردیا، ۷۰؍سے زائد علوم وفنون کا یہ بحرِ ذخار کفر والحاد کی تیز وتند آندھیوں اور ضلالت وگمرہی کی بادِ سموم کو دیکھ کر پوری تندہی کے ساتھ اس کے خلاف سینہ سپر ہوگیا۔

خود فرماتے ہیں:

> ''دفعِ گمراہاں میں جو کچھ اس حقیر ہیچ میرز سے بن پڑتا ہے الحمدللہ ۱۴؍برس کی عمر سے اس میں مشغول ہے اور یہ میرے رب کریم کے وجہ کریم کو حمد کہ اس نے میری بساط، میرے حوصلے، میرے کاموں سے ہزاروں درجہ زائد اس سے نفع بخشا'' (۲۴)

نہ مرا نوش زتحسیں نہ مرا نیش زطعن — نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نگنجد در وے — جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

اس قطعۂ مبارکہ کے اندر امام اہل سنت نے مکمل سوانح عمری بیان فرمادی ہے۔ محفل بسم اللہ خوانی میں ہونے والے حیرت انگیز انکشافات (۲۵) نے امام احمد رضا قدس سرہ کے علمی وقعت کی وضاحت کردی تھی، اشارہ ہوگیا تھا کہ یہ بچہ آگے چل کر اقلیم علم وفن کا تاجدار بننے والا ہے اور علم وادب کے افق پر ایسا درخشندہ آفتاب ہوگا جس کی کرنوں سے ہر کوئی روشنی حاصل کرے گا۔

حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی کا یہ چشم کشا تبصرہ پڑھنے کے قابل ہے، فرماتے ہیں:

> ''امام احمد رضا اس شخصیت کا نام ہے جو سن شعور میں پہونچتے

ہی بلند پرواز شاہین کی طرح اونچی اڑان بھر کر علوم وفنون کے
آفاق پر چھا گیا، اس چودھویں صدی کے امام نے چودھویں
کے چاند کی طرح چمک کر پورے کرۂ ارض کو منور فرما دیا، دورِ
حاضر کا وہ کون سا فن ہے کہ جس میں انہیں ملکۂ راسخہ، دسترس
کامل اور مہارت تامہ نہیں؟'' (۲۶)

اپنی عمر کے تیرہویں سال ہی آپ نے فن کلام میں بزبان عربی ایک کتاب تصنیف فرمائی (۲۷) پھر تصنیف و تالیف کا یہ سلسلہ تا دم وفات جاری رہا، آپ نے پچاس سے زیادہ مختلف موضوعات پر عربی، فارسی اور اردو زبان میں لگ بھگ ایک ہزار علمی و تحقیقی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔

ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی رقم طراز ہیں:

''آپ کی تصنیفات، تالیفات، تعلیقات اور شروح وحواشی کی
نامکمل فہرست علامہ محمد ظفر الدین رضوی، علامہ عبدالمبین
نعمانی، عبدالستار ہمدانی، سید ریاست علی قادری اور راقم نے
مرتب کی تھی، جو پچاس سے زیادہ علوم وفنون میں لگ بھگ
ایک ہزار ہیں'' (۲۸)

یہ تو آپ کی تصنیف کردہ کتب ورسائل کے ناقابل انکار حقائق تھے، خود امام احمد رضا قدس سرہ پر لکھے گئے رسائل ومقالات وکتب کی تعداد آٹھ سو کے قریب ہے، یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ ایم۔فل اور پی۔ایچ۔ڈی کے مقالے لکھے جا رہے ہیں اور آپ کی بلند قامت اور قد آور ذات کے نت نئے پہلو سامنے آ رہے ہیں۔ (۲۹)

شعری وادبی خدمات کا تجزیاتی مطالعہ:

امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کی مبارک ذات جس طرح دنیائے فقہ و تحقیق میں مشتہر ہے بزم شعر وسخن اور محفل علم وادب میں نہ صرف نام رضا بلکہ خاندانِ رضا محتاج تعارف نہیں۔

جس طرح دین کے فروغ واستحکام اور عقائد واعمال کی درستی واصلاح میں آپ کی خدمات جلیلہ قابل صد تحسین ہیں اسی طرح شعر وادب کے ارتقا اور جدید اسلوب نگارش میں بھی آپ کی کاوشیں تاریخی ہیں۔ آپ کی پیش کردہ تحقیقات علمیہ وادبیہ و نوادرات فقہیہ کی اپنی الگ ایک شناخت ہے، ان کا اپنا ایک امتیاز ہے۔ آپ کی شعری و ادبی تخلیقات کا اسلوب بھی جداگانہ ہے۔

ڈاکٹر امجد رضا امجد (ایڈیٹر رضا بک ریویو، پٹنہ) زبان وادب میں آپ کی خدمات پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''چودھویں صدی کے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا
محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اور آپ کے تمام اہل
خاندان نے مذہبی وعلمی خدمات کے علاوہ اردو زبان وادب کی
جو خدمتیں انجام دی ہیں وہ ناقابل فراموش ہیں، اردو نثر میں
امام احمد رضا نے جو کتابیں لکھ دی ہیں وہ کمیت وکیفیت ہر دو
اعتبار سے اردو کی پوری تاریخ میں نمایاں ہیں'' (۳۰)

امام احمد رضا قدس سرہ کی ادبی خدمات میں ترجمۂ قرآن ''کنز الایمان'' کا ایک بلند مقام ہے جو اردو زبان وادب میں آپ کی گیرائی وگہرائی کا منہ بولتا ثبوت ہے اور آپ کی مساعیٔ جمیلہ کا بے مثل شاہکار بھی۔

کنز الایمان کے بارے میں مولانا کوثر نیازی صاحب فرماتے ہیں:

"کنز الایمان تمام اردو تراجم میں عشق افروز اور ادب آموز ترجمہ ہے، یہ عشق رسول کا خزینہ اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے"(۳۱)

پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب رقم طراز ہیں" آپ کے ترجمۂ قرآن میں برسوں کی فکری کاوشیں پنہاں ہیں"(۳۲)

امام احمد رضا قدس سرہ نے یہ ترجمہ باقاعدہ مخصوص نشست میں نہیں کیا، بلکہ حضور صدر الشریعہ کے پیہم اصرار پر انہیں املا کرادیا۔ اگر ان کے زہرہ نگار قلم سے باقاعدگی کے ساتھ ترجمہ نگاری کا یہ اہم اور قابل قدر کارنامہ انجام پذیر ہوتا تو اس کی علمیت، جامعیت اور باکمالی کا اندازہ کس طرح لگایا جاتا، امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن اردو کے تمام تراجم میں انفرادی حسن و جمالیات اور ظاہری و باطنی اسرار و رموز کی کہکشاں ہے اور ادبی خدمات میں ایک نمایاں اضافہ۔

امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان کو ان کے اجداد، اساتذہ فن اور آقاؤں سے عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو حلاوت و لطافت عطا ہوئی، جو سوز و گداز ملا، محبت و الفت کی تب و تاب اور والہانہ شیفتگی کی جو رعنائی ملی اس نے آپ کو امام عشق و محبت بنادیا اور قلب و فکر میں موجزن وارفتگی نے امام احمد رضا کو قلبی واردات کے اظہار کے لئے شعر و سخن کا ذوق عنایت کیا اور ایک نعت گو شاعر کے روپ میں آپ کی ہمہ جہت شخصیت کا یہ بلند قامت پہلو بھی دنیائے ادب کے سامنے آیا۔

اس سلسلے میں یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ امام احمد رضا نے اپنے اشعار کے ذریعہ سخن کو بلند اقبال کیا، شاعری کو ایک مقام دیا، ادب و فن کو نئے کیف سے آشنائی بخشی اور شعر و ادب کے نادر دبستاں کو نہ صرف یہ کہ دریافت کیا بلکہ اسے صوری و معنوی حسن عطا کر کے

ہر دل عزیز بنادیا۔

محترم نیاز فتح پوری نے بڑے پتے کی بات کہی، رقم طراز ہیں:

"شعر و ادب میرا خاص موضوع اور فن ہے، میں نے بریلوی کا نعتیہ کلام بالاستیعاب پڑھا ہے، ان کے کلام سے پہلا تأثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا کی بے پناہ وابستگی رسول عربی کا ہے، ان کے کلام سے ان کے بیکراں علم کا اظہار کے ساتھ افکار کی بلندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے، مولانا کے بعض اشعار میں انفرادیت کا دعویٰ بھی ملتا ہے، جو ان کے کلام کی خصوصیت سے ناواقف حضرات کو شاعرانہ تعلّی معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا کے فرمودات بالکل برحق ہیں، مولانا حسرتؔ موہانی بھی مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری کے مداح تھے اور معترف بھی"(۳۳)

آپ نے شعر و شاعری کے تعلق سے کسی کی شاگردی اختیار نہیں کی، کسی کو اس میدان میں اپنا استاد نہیں بنایا، بلکہ خداداد علمی لیاقتوں کی دل آویز رنگت و رعنائی اور عشق و محبت کی تابانی و زیبائی نے آپ کو صرف ایک شاعر ہی نہیں بلکہ فکر و فن کا امام اور استاد الشعرا بنادیا جس کی شہادت آپ کے ہم عصر اور بعد کے ارباب فکر و فن اور والیانِ شعر و سخن دیتے آئے ہیں۔ بھلا قرآن کریم سے نعت گوئی سیکھنے والے شاعر اور عاشق صادق کی شاعری اور عشق و محبت کی تو بات ہی کچھ اور ہوگی۔

سید آل رسول حسنین میاں نظمی مارہروی ارشاد فرماتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت کی سیرت کا مطالعہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ

انہوں نے شاعری میں کسی استادِ سخن کے آگے زانوئے تلمذ نہیں
تہہ کیا، وہ اپنے ہی شاگرد تھے اور اپنے ہی استاذ'' (۳۴)

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''مولانا بریلوی باکمال شاعر تھے، وہ تلمیذ رحمان تھے، شاعری
میں ان کا کوئی استاد نہ تھا'' (۳۵)

امام احمد رضا نے اپنی شاعری کے بارے میں خود فرمایا:

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بیجا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ (حدائق بخشش)

امام احمد رضا کی ادبی خدمات اور ان کے زریں کارنامے دنیائے شعر و ادب میں اپنی دھمک رکھتے ہیں، اس صفت میں آپ کی پیش کردہ تحقیقات قابل استفادہ ہیں، تاریخ ادب وفن کا باب اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک امام احمد رضا کی اس میدان میں کی گئی کاوشوں کو زیر بحث نہ لایا جائے، متعصب اور تنگ نظر تاریخ نگار بھی بادلِ ناخواستہ اس امام کے تذکرے فراموش نہیں کرسکتا، کوشش ضرور کی گئی، خرد برد سے کام لیا گیا، مگر اس حقیقت کو نہ دبایا جاسکا اور اس سچائی کو نہ چھپایا جاسکا۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں اس حقیقت کو بے نقاب کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک عاشق رسول یعنی مولانا
احمد رضا بریلوی کا ذکر بھی کردیا جائے جس سے ہمارے ادبا نے
ہمیشہ بے اعتنائی برتی ہے، حالاں کہ یہ غالباً واحد عالم دین ہیں

جنہوں نے نظم و نثر دونوں میں اردو کے بے شمار محاورات
استعمال کیے ہیں اور اپنی علمیت سے اردو شاعری میں چار چاند
لگا دئے ہیں'' (۳۶)

امام احمد رضا کے دور میں اور ان سے قبل بھی بے شمار شعرا نے صنف نعت میں طبع آزمائی کی، اپنی تخیلات کے جوہر بکھیرے، محسن کاکوری، امیر مینائی، حالی، اقبال، ماہر القادری، حفیظ جالندھری وغیرہ اور بہت سارے نعت گو شعرا نے نعتیہ شاعری میں اپنی اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا، اس کی ادبی وفنی جہتوں کو اجاگر کیا، لیکن رضا بریلوی کے اشعار کو دیکھنے، باریک بینی سے اس کا مطالعہ کرنے کے بعد احساس ہوتا ہے کہ انہوں نے نہ صرف نعتیں لکھیں بلکہ نعت نگاری کی تاریخ رقم کی ہے، صنف نعت کو نئی نئی جہتوں سے آگاہی بخشی، جبھی تو محترم نعیم صدیقی یہ کہنے پر مجبور ہوگئے:

''ان کا تخیل نئی نئی کونپلیں نکالتا ہے اور تشبیہات و تلمیحات سے وہ
خوب کام لیتے ہیں'' (۳۷)

برجستگی، شگفتہ بیانی اور خوش سلیقگی کے نئے حقائق ملاحظہ کیجیے اور عش عش کر اٹھیے، امام احمد رضا نے اس مبارک صنف کو خوب صورت رنگ وآہنگ سے نوازا، اسلوب نگارش کے حیران کن جزئیات اور نادر نکات کو آشکار کیا، جبھی تو امام الکلام کا تمغۂ عظمیٰ نصیب ہوا جس کا ہر کوئی اعتراف کرتا ہے۔

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی صدر شعبۂ علوم اسلامیہ ہمدرد یونیورسٹی، دہلی رقم طراز ہیں:

''آپ کی شاعرانہ عظمت اور مہارت فن کا اعتراف اردو ادب
کے محققین نے کیا ہے، شاعری کے جن اسرار و رموز کو اپنا کر
آپ نے اپنی شاعری کو جلا بخشی ہے بیشتر شعرا کے یہاں اس کا

فقدان نظر آتا ہے" (۳۸)

محمد رضوان احمد خاں نقشبندی کراچی فرماتے ہیں:

"فاضل بریلوی نے قلمی جہاد کیا، ان کے قلم سے لاکھوں کلمات موتی بن کر نکلے، ہزاروں جملے ادا ہوئے اور سینکڑوں کتابیں وجود میں آئیں اور جب شعر و سخن کی بات کی تو گویا اشعار کا مینھ برسنے لگا" (۳۹)

امام احمد رضا نہ صرف ایک نعت گو شاعر تھے بلکہ عشق و محبت کے آداب و مطالبات کے آئینہ دار تھے، نعتیہ اشعار صرف قلبی جذبات کا اظہار ہی نہ تھے بلکہ ہر ہر شعر کو کوثر و تسنیم میں ڈھل کر، وارفتگیِ شوق کی عطر بیز چھاؤں میں پروان چڑھا کر اردو ادب میں اپنی بادشاہت قائم کر دی اور شعر و سخن کے سرتاج بن گئے، جس نے آپ کی سخن سنجی اور سخن گوئی کو ہر اعتبار سے نمایاں مقام عطا کیا اور عشق رسول کی تابانی نے انہیں فکر و فن کی بلندیوں پر پہونچا دیا، جس کے مطالعہ نے واقعی فکر و فن کو مہمیز دیا اور دلوں کی دنیا میں عجب فضا ہموار کر دی اور ماحولیات کو خوش گوار عناصر سے سجا دیا۔

آپ کا نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" اردو ادب کا عظیم شاہ کار ہے، علمی و فنی اصطلاحات کا حسین گلدستہ ہے، ظاہری و باطنی حسن و دلکشی کا خوب صورت تاج محل اور قرآن و احادیث کی بے مثل ترجمانی کا منہ بولتا ثبوت اور نادر و نایاب پیرایۂ بیان اور لاجواب انداز تخاطب کا سرچشمہ ہے۔

ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں:

"یہ ان کا کمال فن ہے کہ ان کی نعتوں میں مختلف علمی و فنی اصطلاحات و حوالہ جات سطح پر تیرتے پھرتے نظر آتے ہیں" (۴۰)

حدائق بخشش شعر و سخن کا ایک بیش بہا خزانہ ہے، فنی و ادبی آرائش و زیبائش کا انمول موتی، معرفت شعری کا گنجینہ، عقائد و اعمال کی درستی و عمدگی کا سرمایہ اور عشق و محبت کی سبق آموزی کا مایہ ناز استاد ہے۔

امام احمد رضا کے نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" پر ایک غیر مسلم مدیر نے اظہار خیال فرمایا:

"مجھے رام چندر کی قسم کہ گزشتہ دنوں مدرسہ دیوبند میں میں نے دیوبندی حضرات کے مخالف فریق کے رہنما مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی نعتیہ شاعری پر حدائق بخشش نامی کتاب دیکھی تو حیران و ششدر رہ گیا کہ یہ دیوبندی حضرات مولانا امام احمد رضا خاں کو کافر کہتے ہیں اور اسے گالیاں دیتے ہیں، مگر اس کے برعکس مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کا ایک ایک شعر علم و ادب کا مرقع ہے اور حدائق بخشش ایک گنجینۂ حق ہے کہ جسے اہل ادب اگر اپنا اثاثۂ حیات سمجھیں تو بجا ہے" (۴۱)

حدائق بخشش آپ کو پورا نعتیہ دیوان نہیں بلکہ انتخاب کلام ہے، جس کے اندر حمد، نعت، منقبت وغیرہ مختلف اصناف پر مشتمل اشعار دیکھے جا سکتے ہیں، آپ کی حمد نگاری بھی انفرادی مقام لیے ہوئے ہے، حمدیہ اشعار میں بھی سراپائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نہ صرف رنگت اور جھلک دکھائی دیتی ہے بلکہ سیرت رسول کا ایک جہان آباد نظر آتا ہے، جو نعت در حمد کی کیفیت کا پتہ دیتا ہے۔ مثلاً یہ حمد ؎

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا   تجھے حمد ہے خدایا

اردو، ہندی، فارسی اور عربی چار زبانوں میں کہی گئی نعتیں، اشعار، نظم کی ایک کہکشاں جگمگا رہی ہے، زبان وادب میں جس کا مقام واقعی بلند وبالا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر غفور شاہ قاسم (میاں والی) ارقام فرماتے ہیں:

> ''تین جلدوں پر مشتمل اعلیٰ حضرت کا نعتیہ مجموعہ کلام ''حدائق بخشش'' نہ صرف فکری اور موضوعاتی سطح پر خاصے کی چیز ہے بلکہ فنی حوالے سے بھی اس کا کوئی جواب نہیں، خیالات کی گہرائی اور گیرائی، وسعت اور پھیلاؤ، زبان کی روانی اور سلاست، تشبیہات واستعارات، لفظی ومعنوی صنائع وبدائع ہر حوالے سے حدائق بخشش فن کا معجزہ اور سرچشمۂ فیض ہے، ان کا یہ مجموعۂ کلام اردو کے علاوہ فارسی اور ہندی زبان پر بھی ان کے کامل عبور اور دسترس کی ناقابل تردید مثال ہے، مولانا کی پرواز تخیل، رفعت فکر اور قدرت کلام ان کی لکھی نعت کے ہر شعر سے عیاں ہے''(۴۲)

آپ نے نہ صرف زبان وادب کے بیش بہا کارہائے نمایاں انجام دیے بلکہ اپنے اشعار میں ادب العالیہ کی جھلک پیش کی ہے اور اپنے کلام کو عشق ومحبت کا ایک حسین سرچشمہ بنا کر دکھایا جس نے یہ واضح کر دیا کہ آپ شاعرانہ مذاق ہی نہیں رکھتے بلکہ آداب نبوت اور مقام رسالت کے دانائے راز اور رمز شناس ہیں، بلاشبہ یہ امام احمد رضا کی خصوصیت ہے، ان کا امتیاز ہے۔

آپ نے صنعات کا بھی برمحل استعمال کیا، پیکر تراشی میں تو بہت آگے نکل گئے، قصیدۂ نور اور قصیدۂ سلامیہ جس کا واضح ثبوت ہیں۔ آپ نے کئی زبان میں اشعار قلم

بند کیے لیکن آپ کے اردو کلام سے بھی صحیح معنوں میں وہی لطف اندوز ہوسکتا ہے جسے عربی، فارسی پر عبور ہو اور اس کی اچھی سوجھ بوجھ رکھتا ہو، ایک دو فن ہی نہیں بلکہ بے شمار دقیق سے دقیق فنون وعلوم کو اپنی شاعری میں جگہ دی اور ان کے ذریعہ نعت نگاری کو برتا، سیرت نگاری کی، مدح سرائی کی، نعتیہ ادب میں حدائق بخشش کو جو مقام حاصل ہے وہ کسی پر مخفی نہیں، جس نے آپ کا مرتبہ ومقام ہر نعت گو شاعر سے بلند تر کر دیا۔

اس حقیقت کو آپ خود یوں وا کرتے ہیں:

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم　　جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دئے ہیں (۴۳)

آپ کی تحقیقات ادبیہ وتخلیقات شعریہ پر ریسرچ کا سلسلہ جاری ہے، مقالات تحریر ہو رہے ہیں، پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگریاں لی جارہی ہیں، حدائق بخشش کی شروحات لکھی جارہی ہیں۔ علامہ فیض احمد اویسی نے حدائق بخشش کی مکمل شرح وتوضیح تقریباً پچیس (۲۵) جلدوں میں فرمائی ہے۔

علامہ سید حسن میاں مارہروی نے دل کی بات کہہ دی، فرماتے ہیں:

> ''محدث بریلوی کے ایک ایک شعر پر ڈاکٹریٹ کیا جاسکتا ہے''(۴۴)

شعر وادب، فکر وفن کے فروغ وارتقا میں آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اردو نعت کے ایک محقق محترم ڈاکٹر ریاض مجید بجا فرماتے ہیں:

> ''اردو نعت کی ترویج واشاعت میں ان کا حصہ سب سے زیادہ ہے، کسی ایک شاعر نے اردو نعت پر وہ اثرات نہیں ڈالے جو مولانا احمد رضا خاں کی نعت گوئی نے، انہوں نے نہ صرف یہ کہ اعلیٰ معیاری نعتیں تخلیق کیں، بلکہ ان کے زیر اثر نعت کے ایک منفرد دبستاں کی تشکیل ہوئی''(۴۵)

امام احمد رضا کے نثری اسلوب وادب کا رنگ درج ذیل عبارت میں ملاحظہ کریں:

"جب بفضل اللہ تعالیٰ ان کے زور بازو نے دین الٰہی کی بنیاد مستحکم کر دی اور مشارق و مغارب میں ملت حنفیہ کی جڑ جم گئی، اس وقت ائمہ وعلمائے مابعد نے تخت و بخت ساز گار پا کر بیخ و بن جمانے والوں کی ہمتِ بلند کے قدم لیے اور باغبانِ حقیقی کے فضل پر تکیہ کر کے اہم فالاہم کاموں میں مشغول ہوئے، اب تو بے خلش صرصر واندیشۂ سموم اور ہی آبیاریاں ہونے لگیں، فکرِ صائب نے زمینِ تحقیق میں نہریں کھودیں، ذہنِ رواں نے زلالِ تحقیق کی ندیاں بہائیں، علما واولیا کی آنکھیں ان پاک مبارک نونہالوں کے لیے تھالے بنیں، خواہانِ دین و ملت کی نسیم انفاس متبرکہ نے عطر بیزیاں فرمائیں۔ یہاں تک کہ مصطفی کا باغ ہرا بھرا، پھولا پھلا، لہلہایا اور اس کے بھینے پھولوں، سہانے پتوں نے چشم وکام و دماغ پر عجب ناز سے احسان فرمایا۔ والحمدللہ رب العلمین"

(اقامة القیمة علی طاعن القیام لنبی تھامة، ص۵۶)

امام احمد رضا کی ادبی خدمات میں ان خطوط ومکتوبات کو قطعاً نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جو آپ نے وقت کی مقتدر شخصیات کو وقتاً فوقتاً ارسال کیے، جن کا تعلق ہر شعبۂ زندگی (علما، فقہا، صوفیا، شیوخ بھی تھے اور سائنس داں، سیاست داں، قانون داں، مفکرین و دانش وران بھی) سے تھا۔ خدا بھلا کرے مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی کا کہ انہوں نے امام احمد رضا کی مکتوب نگاری پر پی۔ایچ۔ڈی ہی کر ڈالی۔ ابھی حال ہی میں

"کلیاتِ مکاتیب رضا" دو جلد، "خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا" دو جلد، "حیاتِ رضا کی نئی جہتیں" اور "امام احمد رضا خطوط کے آئینے میں" چھپ کر قارئین علما و دانش وران سے دادِ تحسین وصول کر چکی ہیں۔ بلاشبہ امام احمد رضا کی شعری وادبی خدمات دنیائے سخن و فن میں یاد کی جائے گی۔

بطورِ نمونہ چند اشعار ملاحظہ کریں:

شاخ قامت شہ میں زلف وچشم ورخسار ولب ہیں
سنبل، نرگس، گل، پنکھڑیاں قدرت کی کیا پھولی شاخ

انت فیھم نے عدو کو بھی لیا دامن میں
عیشِ جاوید مبارک تجھے شیدائی دوست
گزرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر
رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر

میں تو کیا چیز ہوں خود صاحب قرآں کو شہا
لاکھ مصحف سے پسند آئی بہارِ عارض

یہ مٹ کے ان کی روش پر ہوا خود ان کی روش
کہ نقشِ پا ہے زمیں پر نہ صوت پائے فلک

سنتا ہوں عشقِ شاہ میں دل ہوگا خوں فشاں
یارب یہ مژدہ سچ ہو، مبارک ہو فالِ گل

دندان ولب وزلف ورخ شہ کے فدائی
ہیں درعدن، لعل یمن، مشک ختن پھول

برق انگشت نبی چمکی تھی اس پر ایک بار
آج تک ہے سینۂ مہ میں نشانِ سوختہ

بندہ آزاد شدہ ہے یہ ہمارے در کا
کیسا لیتے ہو حساب اس پہ تمہارا کیا ہے؟

خوف نہ رکھ رضاؔ ذرا، تو تو ہے عبدِ مصطفیٰ
تیرے لیے امان ہے، تیرے لیے امان ہے
(حدائق بخشش)

☆☆☆

استاد زمن علامہ حسن رضا خان حسنؔ بریلوی قدس سرہ

علامہ حسنؔ بریلوی مفتی نقی علی خاں قدس سرہ العزیز کے نامور اور بلند اقبال فرزند اور مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ کے برادر اصغر تھے، ۲۲ ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ/۱۸ جنوری ۱۸۵۹ء کو بریلی شریف میں پیدا ہوئے، (۴۶) مروجہ علوم وفنون کی تکمیل گھر پر ہی والد ماجد اور برادر اکبر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی سے کی۔

مولانا شہاب الدین رضوی ارقام فرماتے ہیں:

”مولانا حسنؔ رضا بریلوی اپنے برادر اکبر امام احمد رضا فاضل

بریلوی اور پدر بزرگ وار مفتی نقی علی خاں علیہ الرحمہ کے خزائن علم وعقل سے مستفیض تھے اور جواہر معانی وفضل سے بہرہ ور تھے، علاوہ ازیں بریلی میں اپنے اخی معظم اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی فیض صحبت سے فیض معنوی حاصل کیا“ (۴۷)

مولانا حسنؔ رضا بریلوی نے منقولات ومعقولات میں مہارت حاصل کرنے کے بعد ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں برادر اکبر کے مشورہ سے ایک مدرسہ بنام مدرسہ اہل سنت و جماعت معروف بہ ”منظر اسلام“ بریلی، قائم فرمایا، اس مدرسہ کے مؤسس اعلیٰ اور بانی آپ کے برادر اکبر امام احمد رضا ہی تھے، لیکن اس کے انتظام وانصرام کی ذمہ داری آپ کے سر رکھی گئی اور آپ اس کے منتظم اعلیٰ قرار پائے اور اس عہدے کو بحسن وخوبی نبھایا۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں:

”منظر اسلام کے بانی امام احمد رضا تھے، مہتمم مولانا حامد رضا خاں اور منتظم امام احمد رضا کے چھوٹے بھائی مولانا حسنؔ رضا خاں تھے“ (۴۸)

مولانا حسنؔ بریلوی بڑے ذہین وفطین تھے، بچپن ہی سے شعر وشاعری کا مذاق رکھتے تھے، رام پور اپنے پھوپھا کے یہاں مقیم ہو کر فصیح الملک نواب مرزا داغؔ دہلوی کے شاگرد ہوئے اور ”حسن“ نام ہی تخلص اختیار فرمایا۔

چناں چہ پروفیسر محمد مسعود احمد فرماتے ہیں:

”مولانا حسن رضا خاں (م ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) مرزا داغ دہلوی (م ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۵ء) کے شاگرد تھے“ (۴۹)

اور مولانا محمد شہاب الدین رضوی رقم طراز ہیں:

’’استادِ زمن مولانا حسن رضا کو شعر و شاعری کا شوق ابتدا ہی سے تھا، کچھ روز بطور خود مشق کرتے رہے، اس کے بعد مرزا داغ دہلوی کو اپنا کلام سنانا شروع کر دیا اور ایک مدت تک رام پور میں رہ کر استاد کے گلشن سخن سے گل چیں ہوتے رہے، یہاں تک کہ بجائے خود استاد مستند قرار پائے‘‘(۵۰)

یہ خاندان ہی ایسا ہے جس سے شعر و ادب اور خصوصاً نعت گوئی نے راہیں پائی ہیں، حسن بریلوی کو چوں کہ امام الکلام امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی صحبت حاصل تھی، ابتدا میں اگرچہ حسن بریلوی نے غزلیہ شاعری کی مگر بعد میں نعت نگاری میں کمال حاصل کیا اور عظیم صنف نعت میں خود برادر اکبر امام احمد رضا کی شاگردی پائی جس نے آپ کو شہرت و اقبال عطا کیا۔

امام اہل سنت قدس سرہ نے مولانا حسن رضا بریلوی کے کلام پر مہر تصدیق ثبت فرمائی، آپ فرماتے ہیں:

’’مولانا کافی اور حسن میاں مرحوم کا کلام اول سے آخر تک شریعت کے دائرے میں ہے، حسن میاں کو میں نے نعت گوئی کے اصول بتا دیے تھے، ان کی طبیعت میں ان کا ایسا رنگ رچا کہ ہمیشہ کلام اسی معیار اعتدال پر صادر ہوتا، جہاں شبہ ہوتا مجھ سے دریافت کر لیتے‘‘(۵۱)

مولانا حسن بریلوی کا شمار مشاہیر نعت گو شعرا میں ہوتا ہے، آپ نے شعر و ادب کے سینکڑوں نکات دریافت کیے، بے شمار نئے نئے مضامین کو اپنی نعتوں میں جگہ دی، بیان کی ندرت، خیال و فکر کی پاکیزگی اور طرز ادا و حسن تنظیم الفاظ کی زیبائی کا کیا کہنا؟

آپ کے اشعار میں موزونیت، برجستگی اور حسن ادا کی دلکشی صاف طور پر نمایاں نظر آتی ہے، آپ کے نعتیہ اشعار میں ادب العالیہ کی جھلکیاں واضح ہیں جو قاری پر آپ کا قادر الکلامی کی دھمک چھوڑ جاتی ہیں۔

اردو زبان و ادب کے بزرگ ادیب و نقاد و شاعر و انشا پرداز ڈاکٹر صابر سنبھلی مراد آبادی رقم طراز ہیں:

’’نعت گوئی کو جس بلندی پر ان دونوں بھائیوں (امام احمد رضا، حسن رضا) نے پہونچایا اس کو اس وقت نقطۂ عروج ہی کہا جائے گا‘‘(۵۲)

فصیح الملک داغ دہلوی کے شاگردوں کی ایک طویل فہرست ہے جس میں مولانا احسن مارہروی، ڈاکٹر اقبال، جگر مرادآبادی، سیماب اکبرآبادی، بے خود بدایونی، نوح ناروی، سائل دہلوی اور آغا شاعر دہلوی کے اسما نمایاں ہیں، لیکن ان تمام میں پختگی کلام اور استاد کے رنگ کو پوری مہارت اور کامیابی کے ساتھ برتنے میں مولانا حسن بریلوی ان کے جاں نشیں اور نائب نظر آتے ہیں، داغ کی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے، غزل کے ایک شعر میں لکھتے ہیں:

کیوں نہ ہو میرے سخن میں لذت و سوز و گداز
اے حسن شاگرد ہوں میں داغ سے استاد کا

آپ کی نعتوں میں ادب کی شیرینی و لطافت وافر مقدار میں پائی جاتی ہے، ان کی ادبیت و معنویت کا درست اندازہ اشعار کے مطالعہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے، آپ کی نعتیہ شاعری کا منہ بولتا ثبوت مجموعۂ کلام ’’ذوق نعت‘‘ ہے جو دین و شریعت اور شعریت و ادبیت کا خوب صورت امتزاج ہے اور فکر و فن، شعر و سخن کا حسین سنگم۔

شمارہ نعت رنگ، ''امام احمد رضا نمبر'' کراچی کا ایک اقتباس پڑھیے، اور ''ذوق نعت'' اور حسنؔ بریلوی کی آفاقیت پر داد دیجیے:

''ذوق نعت کی نعتیں فکر وفن اور جذبہ وتخیل کا حسین انتخاب ہیں، جذبۂ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تیز آنچ قاری کے دل میں احساس کی گرمی پیدا کرتی چلی جاتی ہے، اپنے ممدوح کی شان ارفع واعلیٰ کو شاعر نے جس انداز سے اجاگر کیا ہے وہ قابل تعریف ہے اور وہ اس لیے کہ اس کا دائرہ صرف جذبات حب نبی کے حصار میں ہی محصور نہیں ہے، بلکہ وہ عمدہ شاعری کا نمونہ بھی ہے، اگر ''ذوق نعت'' کا مطالعہ اس نظر سے کیا جائے کہ مذہبی جذبات کو نظر انداز کر کے صرف ادبیت کو ہی ملحوظ رکھیں تو اس میں فصیح الملک حضرت داغؔ دہلوی کے انداز شاعری کی بھر پور چھوٹ دکھائی دیتی ہے، حضرت داغؔ کی شاعری کا اتنا واضح اور نمایاں رنگ ان کے دوسرے شاگردوں کی شاعری میں نظر نہیں آتا جتنا حسنؔ میاں کے یہاں دیکھنے کو ملتا ہے''(۵۳)

آپ کی لکھی ہوئی غزلوں کا ایک مختصر مجموعہ ''ساغر پر کیف'' کبھی شائع ہوا تھا، اب دستیاب نہیں ہوتا، البتہ بہاریہ دیوان ''ثمرۂ فصاحت'' صرف کتب خانوں میں نظر آتا ہے، محترم احسان دانش صاحب تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ ''حسنؔ رضا خاں کا دیوان ''ثمرۂ فصاحت'' میرے کتب خانہ میں موجود ہے جواب کہیں نہیں ہے(۵۴)

مولانا حسنؔ بریلوی ایک قادر الکلام شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ بلند مایہ نثر نگار بھی تھے، آپ کی نثری تصانیف گو کہ زیادہ نہیں لیکن اردو نثر کی تاریخ میں ایک اہم مقام

رکھتی ہیں، آپ نے جدید اسلوب نگارش کو برتا اور ادبیت کے رنگ وآہنگ سے سجایا۔

آپ کی طرز نگارش کے حوالے سے مرزا عبد الوحید یوں رقم طراز ہیں:

''ان کے مضامین انتہائی فکر انگیز، جاندار، بصیرت افروز اور پر اثر ہوتے تھے، ان کے یہاں سادگی ہے اور سلاست ہے، تصنع اور تکلف ان کی نثر میں نہیں، وہ بے تکلف لکھتے ہیں، بجا طور پر ہم فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ جدید اردو نثر کو رواج عام اور مقبولیت عطا کرنے میں ان کا اہم کردار ہے''(۵۵)

آپ نے اس دور کی نزاکتوں کے مطابق پاکیزہ ادب پیش کیا، آپ کے زمانہ میں ہی نعتیہ مشاعروں کا رواج پڑا، مولانا حسنؔ بریلوی کی نگرانی اور سید محمود علی عاشق بریلوی کی ادارت میں ''ماہنامہ بہار بے خزاں'' اور ہفتہ وار ''روز افزوں'' شائع ہوتا رہا۔(۵٦)

آپ کی تصنیف کردہ کتابوں میں تزک مصطفوی، نگارستان لطافت، آئینۂ قیامت، دین حسن، وسائل بخشش، ذوق نعت، ثمر فصاحت قابل ذکر اور لائق استفادہ ہیں۔(۵۷)

یہ وہ حقائق ہیں کہ تاریخ شعر وادب کا مؤرخ جن کے جن کے اعتراف سے بچ کر نکل نہیں سکتا، فن وادب میں آپ کی مساعیٔ جمیلہ اور عالی خدمات کا تذکرہ ہوتا رہے گا، شعوری طور پر بھی کوئی ان سے چشم پوشی نہیں کر سکتا، آپ کی لکھی ہوئی نعتوں کو عام مقبولیت حاصل ہوئی، محافل میں انہیں پڑھا اور سنا جاتا رہے گا اور آپ کے کارناموں کو سراہنا ملتی رہے گی۔

مولانا حسنؔ بریلوی نے حمد ونعت کے ساتھ ساتھ منقبت، رباعیات وغیرہ اصناف میں بھی خامہ فرسائی کی اور خوب خوب لکھا، امام اہل سنت امام احمد رضاؔ بریلوی کی

زمینوں پر بھی کھیتی اگائی اور اچھی فصل تیار کی، آپ کی لکھی ہوئی یہ نعت شریف اور درد و سوز میں ڈوبا ہوا یہ کلام:

تمہارا نام مصیبت میں جب لیا ہوگا — ہمارا بگڑا ہوا کام بن گیا ہوگا

اور — پر نور ہے زمانہ صبح شب ولادت — پردہ اٹھا ہے کس کا صبح شب ولادت

اور — عجب رنگ پر ہے بہار مدینہ — کہ سب جنتیں ہیں نثار مدینہ

اور یہ مناجات: درد دل کر مجھے عطا یا رب — دے میرے درد کی دوا یا رب

اور یہ منقبت: اسیروں کے مشکل کشا غوثِ اعظم — فقیروں کے حاجت روا غوث اعظم

اور — خواجۂ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا — کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا

کافی مقبول ہوئی، خاص و عام، علما و دانش وران سب ان کو پڑھتے اور جھومتے ہیں، یہ آپ کی بلند قدر و قامت اور عالی مرتبت ادبی شخصیت اور بلند اقبالی کی کھلی دلیل ہے۔

بطورِ نمونہ چند اشعار ملاحظہ کریں:

پیشگی ہی نقد جاں دیتے چلے ہیں مشتری
حشر میں کھولے گا یا رب کون دوکانِ جمال
دست صیاد سے آہو کو چھڑائیں جو کریم
دامِ غم میں وہ گرفتار کو کیوں کر دیکھیں
کسی کی زندگی اپنی نہ ہوتی اس قدر میٹھی
مگر دھوون تمہارے پاؤں کا ہے شیرۂ جاں میں
شہید ناز کی تفریح زخموں سے نہ کیوں کر ہو
ہوائیں آتی ہیں ان کھڑکیوں سے باغِ جنت کی
سنگریزوں نے حیاتِ ابدی پائی ہے

ناخنوں میں ترے اعجاز مسیحائی ہے
اے آہ مرے دل کی لگی اور نہ بجھتی
کیوں تو نے دھواں سینۂ سوزاں سے نکالا (ذوق نعت)

غزلیات کا مجموعہ "ثمر فصاحت" سے بطور نمونہ چند اشعار پیش خدمت ہیں:

حسن جب مقتل کی جانب تیغ براں لے چلا
عشق اپنے مجرموں کو پا بجولاں لے چلا
آرزوئے دید جاناں بزم میں لائی مجھے
آہ! کس کے دید کی بیمار ہجراں لے چلا
جگر کا درد وہ کچھ بے قراری دل کی ایسی کچھ
اگر اب بھی نہ پوچھا کس مرض کی پھر دوا تم ہو

(سالنامہ یادگارِ رضا، ممبئی، ۲۰۰۸ء)

حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے خلف اکبر حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا قادری کی ولادت ربیع النور ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء کو محلّہ سوداگران شہر بریلی میں ہوئی، محمد نام پر عقیقہ ہوا، عرف حامد رضا رکھا گیا (۵۸) تمام مروجہ علوم وفنون والد ماجد امام احمد رضا بریلوی سے پڑھا، ۱۹؍سال کی عمر میں سند فراغت سے نوازے گئے (۵۹) علامہ حامد میاں کی فراغت کا سن ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۴ء ہے (۶۰) حضرت سیدنا ابوالحسن احمد نوری علیہ الرحمۃ والرضوان سے بیعت وخلافت حاصل کی اور والد مکرم امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ نے خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا (۶۱) علم وفضل، درس وتدریس، وعظ و

تقریر، مناظرہ اور تصنیف وتالیف میں یگانۂ روزگار تھے، عربی زبان وادب اور اردو فارسی دوسری زبانوں میں بے تکلف گفتگو کیا کرتے (۶۲) اکابر علما نے آپ کی استعداد اور قابلیت کا لوہا مانا، حرمین طیبین کی حاضری پر حضرت الشیخ علامہ سید حسین الدباغ نے آپ کی قابلیت کو خراج تحسین وتبریک کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

> ''ہم نے ہندوستان کے اطراف و اکناف میں حجۃ الاسلام جیسا فصیح وبلیغ نہیں دیکھا'' (۶۳)

آپ کی عربی دانی اور ترجمہ نگاری کی مثال بیان کی جاتی ہے، انتہائی فصاحت وبلاغت کے ساتھ برجستہ عربی زبان میں اشعار بھی کہتے اور مضامین وخطبات تحریر فرماتے، ایسا معلوم پڑتا کہ عربی آپ کی مادری زبان ہے، آپ کی علمیت اور فقاہت بھی ہر کسی کو متاثر کردیتی تھی **"انما یخشی اللہ من عبادہ العلمؤا"** کے مظہر اتم تھے، آپ کی ادب نوازی تادیر یاد کی جائے گی۔

علامہ حسنین رضا خاں بریلوی کا بیان ہے:

> ''اعلیٰ حضرت (مولانا احمد رضا) کے بعد اگر واقعی کوئی عالم اور ادیب تھا تو وہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان تھے'' (۶۴)

۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء میں جب استاد زمن مولانا حسن رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کا وصال ہوا تو دار العلوم رضویہ منظر اسلام بریلی کا پورا انتظام واہتمام آپ کے سپرد کردیا گیا (۶۵)

حضرت حجۃ الاسلام کو نعت گوئی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضاؔ قادری سے ورثہ میں ملی تھی، آپ کا نعتیہ کلام بڑا فصیح وبلیغ، عشق ووارفتگی میں ڈوبا، کوثر وتسنیم میں نہایا

ہوا رقت انگیز ہے، فکر ونظر کی گہرائی وگیرائی، محبت ووفا کی جولانی، معرفت کی دل آویزی، خیال کی پاکیزگی، فنی وادبی نزاکتوں کی بے مثالی، سلاست وندرت کی تابندگی اور الفاظ کا برمحل استعمال ونادر تعبیرات کی کثرت آپ کے نعتیہ اشعار کی خصوصیات ہیں۔

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی رقم طراز ہیں:

> ''شعر وسخن کا بھی ذوق تھا، محبت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ڈوبی ہوئی نعتیں لکھ کر ایمان کو تازگی بخشتے، بقول صاحب تذکرۂ جمیل نعت گوئی میں آپ کو شغف تام تھا، مگر آپ کا علمی وقلمی ذخیرہ عدم تحفظ کی نذر ہوگیا۔ ''بیاض پاک حجۃ الاسلام'' کے تاریخی عنوان سے مولانا محمد ابراہیم خوشتر صاحب نے ذخیرۂ نعت سے کچھ حصہ جمع کیا ہے'' (۶۶)

ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ ایڈیٹر سہ ماہی رفاقت پٹنہ لکھتے ہیں:

> ''اعلیٰ حضرت کے خلف اکبر حضرت مولانا حامد رضا خاں کا دیوان اگرچہ محفوظ نہیں مگر ''انتخاب کلام حامد'' کے نام سے جو مجموعہ شائع ہوا ہے وہ حمد ونعت کا نہایت ہی قابل قدر نمونہ اور اردو کی نعتیہ شاعری میں گراں قدر اضافہ ہے'' (۶۷)

حجۃ الاسلام مولانا حامدؔ رضا بریلوی قدس سرہ نے عربی، فارسی اردو نظم بھی لکھی، نثر کی بھی یادگاریں چھوڑیں، حمد، نعت ودیگر اصناف سخن میں اپنے اشہب قلم کی جولانیاں بکھیریں، جو علمی وفنی اعتبار سے لازوال شاہکار ہیں اور اسلوب وکیفیت کے اعتبار سے بے مثال ہیں۔ نغمۂ توحید کے عنوان سے پیش کردہ حمد کے یہ اشعار ملاحظہ کریں:

دل مرا گدگداتی رہی آرزو   آنکھ پھر پھر کے کرتی رہی جستجو
عرش تا فرش ڈھونڈ آیا میں تجھ کوتو   نکلا اقرب ز حبل ورید گلو
اللہُ اللہُ اللہُ اللہُ (۶۸)

ان کی نعت کا یہ شعر دیکھیں:

دلہن شفاعت بنے گی دولہا نبی علیہ السلام ہوگا
اُنہیں کا منہ سب تکیں گے اس دن جو وہ کریں گے وہ کام ہوگا
حضور روضہ جو ہوگا حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامدؔ
خمیدہ سر آنکھ بند، لب پر میرے درود وسلام ہوگا (۶۹)

تصنیف و تالیف سے آپ کو گہرا شغف تھا، فتاویٰ بھی لکھتے، علمی وفکری موضوعات پر کتابیں اور تحقیقی مقالات قلم بند فرماتے، ترجمہ نگاری وحاشیہ نگاری میں آپ یکتا نظر آتے ہیں، تقریظات وتمہیدات کی رقم طرازی میں آپ کو انفرادیت حاصل رہی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمہ کی مایہ ناز تصنیف ''الدولۃ المکیۃ'' اور ''کفل الفقیہ الفاہم'' کی اردو میں آپ نے جو شاندار ترجمانی کی اس کی ادبیت قابل مطالعہ ولائق تقلید ہے۔

آپ کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ علمی وتحقیقی نگارشات کی تفصیل ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی نے اپنی کتاب تاریخ مشائخ قادری جلد دوم میں ذکر کی ہے(۷۰) ان تصنیفات کی کل تعداد تیرہ ہے، مولانا محمد شفیق شریفی نے آٹھ کا تذکرہ کیا ہے(۷۱) اور مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی نے قابل ذکر سات بیان کیں (۷۲)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ نے ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں تحریک جماعت رضائے مصطفیٰ قائم کی(۷۳) آپ کے انتقال کے بعد اس جماعت کی سرپرستی

حجۃ الاسلام اور مفتیِ اعظم نے قبول فرمائی اور تاحین حیات سرپرستی فرماتے رہے(۷۴) مولانا حامدؔ رضا بریلوی نے اس جماعت کے پلیٹ فارم سے صحافتی خدمات انجام دیں، قادیانیوں کے رد میں آپ ہی کی ادارت میں ''ماہنامہ ردمرزائیت'' ایک عرصے تک شائع ہوتا رہا۔(۷۵)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی سرپرستی میں ماہنامہ ''یادگار رضا'' کا اجرا ہوا، حجۃ الاسلام خود اس میں مضامین لکھتے تھے(۷۶) مذہب کی خدمت بھی ہوتی، ادب بھی پروان چڑھتا رہا اور صحافت ترقی کرتی رہی۔ حجۃ الاسلام قدس سرہ کی ایک الہامی منقبت ''ذریعۂ التجا'' ۸۲/اشعار پر مشتمل ہے جو سید شاہ آلِ رسول احمد مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ہے، مولانا محمد ابراہیم خوش تر صدیقی نے تذکرۂ جمیل مطبوعہ دہلی ۱۴۱۲ھ میں صفحہ ۲۹۰ تا ۲۹۴ پر ارقام فرمایا ہے، جو آپ کے شعر وسخن کے کمال پر دال ہے۔

علامہ حامد رضا کے نثری اسلوب اور سلاست وادبیت کا جاذب نظر رنگ ہدیۂ قارئین ہے:

''دین کے چوروں نے مسلمانوں کی گٹھریاں ماریں، ایمان کے راہ ماروں نے متاعِ ایمان کی لوٹ کر دی، کفر وضلال کی آندھی شورش ویورش پیروانِ گاندھی نے مسلمانوں کی جان و مال، عزت وآبرو، دین ایمان سب پر بنادی۔ تو وہ کون تھا جس نے حمایت حق کا جھنڈا اٹھایا؟ دین الٰہی کی نصرت فرماتا میدانِ وفا میں آیا، دین کے چوروں کو کفر شکن نعروں سے للکارا، ایمان کے قزاقوں سے مسلمانوں کا جان و مال، دین ایمان بچایا، اس کے آتے ہی فتح وظفر کے نشان چمکے، فضائے اجلال وہوائے اقبال میں پھریرے لہرائے، سوراجی راجدھانی میں زلزلے

آئے، حریفانِ اسلام کے پاؤں لڑکھڑائے، گاندھوی شغال کفر وضلال کے روباہ خصال کحمر مستنفرت من قسورۃ کی مثال بھاگتے نظر آئے، یہ شیر بیشۂ اہل سنت مجدد دین وملت امام اہل سنت کے فیوض کی فوج ظفر موج کا ایک دستہ جماعت رضائے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کا تبلیغی شعبہ تھا، جس کے صف شکن رسالوں نے ھل من مبارز کا ڈنکا بجایا، اشتہاروں، اعلانوں نے کفر کفار کو کیفر کردار چکھایا''

(جماعت رضائے مصطفیٰ، طبع ممبئی، ص ۴۱۱)

علم وفن، تفکر وتدبر اور ادب وسخن کا یہ ستارہ ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء کو ستر برس کی عمر میں بحالت تشہد غروب ہو گیا، لیکن اس کے علمی کارنامے اور ادبی خدمات آج بھی تابندہ ودرخشندہ ہیں۔(۷۷)

☆☆☆

مفتیٔ اعظم علامہ محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری قدس سرہ

مفتیٔ اعظم علامہ محمد مصطفیٰ رضا نوری بن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولادت ۲۲؍ذوالحجہ ۱۳۱۰ھ/۷؍جولائی ۱۸۹۳ء کو محلّہ سوداگران بریلی میں ہوئی (۷۸) پیدائشی وتاریخی نام ''محمد'' غیبی نام ''آل الرحمٰن'' اور بحکم مرشد ''ابوالبرکات محی الدین جیلانی'' عرف ''مصطفیٰ رضا'' ہوا (۷۹) والد ماجد امام احمد رضا اور برادر اکبر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں سے خصوصی تعلیم حاصل کی (۸۰) ۲۵؍جمادی الثانی ۱۳۱۱ھ کو سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں قدس سرہ کے دست مبارک پر بیعت سے سرفراز ہوئے، پیرومرشد نے اسی وقت خلافت واجازت سے نوازا (۸۱)

۱۸؍سال کی عمر میں چالیس علوم وفنون حاصل کر کے سند فراغت حاصل کی۔(۸۲)

تحصیل علوم سے فراغت سے متعلق مولانا شہاب الدین رضوی تحریر کرتے ہیں:

''حضرت مفتی اعظم قدس سرہ نے ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں بہ عمر اٹھارہ سال خداداد ذہانت، ذوق مطالعہ، لگن ومحنت، اساتذۂ کرام کی شفقت و رأفت، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ کی توجہ کامل اور شیخ مکرم سید المشائخ قدس سرہ کی عنایات کے نتیجے میں جملہ علوم وفنون منقولات و معقولات پر عبور حاصل کر کے مرکز اہل سنت دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف سے تکمیل وفراغت پائی''(۸۳)

مفتی اعظم نے فراغت کے سال ہی اٹھارہ برس کی عمر میں کسی کتاب کی مدد کے بغیر مسئلۂ رضاعت پر پہلا فتویٰ تحریر فرمایا (۸۴) یہ پیرومرشد کی دعاؤں کا فیضان اور اللہ ورسول کا خاص کرم تھا جو آپ کی ذات پر جھما جھم برس رہا تھا، آپ علوم ظاہری وباطنی کے بحر ذخار تھے، فتویٰ نویسی ان کا آبائی ورثہ، مختصر یہ کہ وہ مجمع البحرین تھے اور علوم وعرفان کے سنگم، تفقہ اور تقویٰ شعاری میں انہیں تفرد حاصل تھا۔

پروفیسر فاروق احمد صدیقی (شعبہ اردو بہار یونیورسٹی مظفر پور) ارقام فرماتے ہیں:

''علم، تفقہ اور شاعری حضور مفتیٔ اعظم کے خانوادۂ محترم کا طرۂ امتیاز ہے''(۸۵)

فن شاعری میں اپنا تخلص ''نوریؔ'' اختیار فرمایا، آپ کا عرفی نام ''مصطفیٰ رضا'' اس قدر مشہور ہوا کہ خاص وعام آپ کو اسی نام سے یاد کرتے ہیں، ''مفتیٔ اعظم'' بھی کافی معروف ہے۔

آپ کی نعتیہ شاعری خاندانی وراثت ہے، جو اخلاص ومحبت اور عشق رسول میں

ڈوبی ہے، والدمحترم امام احمد رضا کے علم وفضل کا جلوہ آپ کی ذات میں نظر آتا ہے۔

حضور مفتیٔ اعظم قدس سرہ نے فتاویٰ بھی لکھے، کتابیں بھی تصنیف کیں اور شاعری بھی کی اور خوب کی، آپ کی شاعری میں علم وفن کی جلوہ گری کے ساتھ عشق و عرفان کا خمار بھی دکھائی دیتا ہے اور ایسی سرمستی ہے جو اردو شاعری میں خال خال ہی نظر آتی ہے۔ تقریباً پچاس سے زیادہ مختلف موضوعات پر آپ کی تصانیف کا ایک گراں قدر ذخیرہ موجود ہے، ان میں فتاویٰ مصطفویہ آپ کی فقہی بصیرت کا غماز اور قابل مطالعہ ہے۔(۸۶)

فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی ۴۰؍کتابوں پر اجمالاً روشنی ڈالی ہے۔(۸۷)

مولانا محمد شکیل مصباحی نے اپنے مضمون ''مفتی اعظم کی تصانیف کا مختصر تعارف'' میں آپ کی تصنیفات وتالیفات اور حواشی کی کل تعداد ۳۸؍گنائی ہے اور ان کا تعارف پیش کیا ہے۔(۸۸)

مولانا محمد شہاب الدین رضوین نے ان کی کل تعداد ۴۴؍ذکر کی ہے (۸۹) محمد حسین مشاہد رضوی مالیگاؤں نے اپنے مضمون ''مفتی اعظم قدس سرہ کی تصانیف کا اجمالی تعارف'' میں کل ۳۹؍کتابوں کا تعارف پیش کیا ہے (۹۰) مولانا محمد انور علی قادری نوری نے اپنے مضمون میں ۴۲؍کتابوں کا تذکرہ کیا ہے۔(۹۱)

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی نے اپنی کتاب تاریخ مشائخ قادریہ جلد دوم میں حضور مفتی اعظم کی ۲۳؍کتابوں کا تذکرہ کیا ہے (۹۲) مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی نے ۲۱؍تصانیف کا ذکر کیا ہے۔(۹۳)

حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی بلند پایہ اور عالی مرتبت شخصیت کے تعلق سے

پروفیسر عبدالمغنی جوہر بلیاوی کی یہ تحریر ملاحظہ کریں، رقم طراز ہیں:

''مفتی اعظم کی شخصیت برصغیر میں آفتاب علم وکمال کی حیثیت رکھتی تھی، قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ اور دیگر علوم کے علاوہ فلسفۂ اسلامی اور عقائد دینی پر ان کی گرفت بڑی مضبوط تھی، علوم شرقیہ کے باریک سے باریک نکات ان پر واضح تھے، نتیجے کے طور پر عشق کی آنچ نے جہاں جذبے کو مہمیز کیا وہیں علمی تبحر نے احتیاط کو راہ دی اور پھر ان دونوں کی آمیزش نے مفتی اعظم کے کلام کو سادگی اور معنوی حسن عطا کیا''(۹۴)

ان تمام حقائق کے باوجود خاکساری، تواضع وانکساری کا عالم یہ کہ خود ارشاد فرماتے ہیں:

دنیا تو یہ کہتی ہے سخن ور ہوں میں — ارے شعرا کا آج سرور ہوں میں
میں یہ کہتا ہوں یہ غلط ہے سو بار غلط — سچ تو ہے یہی کہ سب سے احقر ہوں میں (۹۵)

آپ نے اردو، ہندی، عربی زبان میں نعتیہ شاعری کی، آپ کا نعتیہ دیوان ''سامانِ بخشش'' ۱۳۴۷ھ سے ۱۳۵۴ھ کے درمیان مکمل ہوا (۹۶) سامانِ بخشش بلاشبہ آپ کا گراں قدر شعری مجموعہ ہے جو ۱۹۱ صفحات پر پھیلا ہوا ہے، جس کے مشمولات صنف وار کچھ اس طرح ہیں: حمد ۲، نعت ۵۳، منقبت ۴، سلام ۴ اور رباعیات ۶۔

حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اپنی شاعری کے ذریعہ اس فن میں صرف قادرالکلامی کا ثبوت نہ دیا بلکہ اپنے کلام کو شاعرانہ حسن ورعنائی، لسانی وعروضی محاسن کا بے مثل شاہکار بنا کر پیش فرمایا اور ارباب فکر وفن اور وابستگانِ شعر وسخن کے لیے اپنی معتبر اور مستند شاعری کے ذریعہ سامان مسرت فراہم کیا، بلاشبہ آپ کے پاکیزہ خیالات، درخشندہ تصورات اور دل نشیں تصورات والیانِ شعر وادب کی قیادت کرتے رہیں گے، اپنے

وقت کے استاد الشعرا بھی تسلیم کرتے ہیں کہ نوریؔ بریلوی فکر وفن، شعر وادب کے تاجدار تھے، تادیر آپ کے اشعار گلستانِ ادب میں نغمہ سنجی کرتے رہیں گے۔

آپ نے اپنے اشعار کو فنی وادبی عیوب ونقائص سے ہی پاک نہیں رکھا، بلکہ آپ کا کلام شرعی سقم سے بھی منزہ ہے، جس میں جمالیاتی رنگ وآہنگ اور شعری لطافت پاکیزگی کا حسین امتزاج دیکھنے کو ملتا ہے، بے تکلف اور فن کارانہ کمالات سے معمور ہو کر اشعار کہے، اس سلسلے میں سامانِ بخشش کا مطالعہ سودمند ثابت ہوگا، خود فرماتے ہیں:

گل ہائے ثنا سے مہکتے ہوئے ہار — سقم شرعی سے ہیں منزہ اشعار
دشمن کی نظر میں یہ نہ کھٹکیں کیوں کر — ہیں پھول مگر ہیں چشم اعدا میں خار

حمد کا شعر دیکھیں:

بلبل خوش نوا، طوطیِ خوش گلو — زمزمہ خواں ہیں گاتے ہیں نغماتِ ہُوْ
قمریِ خوش لقا بولی حق سرہ — فاختہ خوش ادا نے کہا دوست تو
اللّٰہٗ اللّٰہٗ اللّٰہٗ اللّٰہٗ (۹۷)

حضرت علامہ مفتی مجیب الاسلام نسیم اعظمی ادروی (مئو) اپنی بات لکھتے ہیں:

"ایک مرتبہ فرمایا کہ میں نے خواب میں ایک نعت شریف لکھی ہے مع ردیف وقافیہ کے، جب بیدار ہوا پوری نعت شریف یاد تھی، میں بڑا خوش تھا کہ ابا جان کو سناؤں گا تو داد ملے گی، چنانچہ میں نے وہ نعت سنائی تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا: تم اس کے لئے نہیں ہو، میری ساری خوشی درہم برہم ہوگئی، مگر جب مسند افتا پر بٹھایا تو سمجھ میں آیا کہ میرا منصب یہ تھا" (۹۸)

سامانِ بخشش کے اشعار پڑھنے سے واقعی ایمان میں جلا، روح میں بالیدگی اور

خیالات کو پاکیزگی نصیب ہوتی ہے، عشق ومحبت، علم وعرفان کی حلاوت کی آب پاشی ہوتی ہے، فن وادب کی ضیا سے گلستان ادب وسخن تابندہ ودرخشندہ دکھائی دیتے ہیں، یہ وہ خدمات اور کارہائے نمایاں ہیں جو رہتی دنیا تک یاد کیے جائیں گے اور انہیں تحسین و تعریف کے گلوں کا ہار پہنایا جاتا رہے گا۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے فتاویٰ میں بھی ادبی شہ پاروں کی کہکشاں جگمگا رہی ہے، بطور نمونہ یہ تحریر ملاحظہ کریں اور ان کے اسلوب نگارش اور ادبیت کے تب و تاب کا تجزیاتی مطالعہ کریں:

"موت کا تفکر و تذکر نہایت محمود و مندوب، غایت مرغوب و مطلوب ہے، زمانۂ سلف میں جنازہ کے ساتھ سکوت وصموت خالی نہیں ہوتا تھا، بلکہ وہی جن میں تفکر و تذکر موت ہوتا وہ سب حضرات اس میں غرق ہوتے، ایسے وقت ایسی بات جو اس تفکر و تذکر میں فرق ڈالے، نہ کرتے تھے۔ اب کہ زمانہ منقلب ہوا، موت کا خوف، اس کی عبرت جاتی رہی، لوگوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا"

(فتاویٰ مصطفویہ، طبع ممبئی، ص ۲۸۱)

غرضے کہ آپ نے نثری شہ پاروں اور شعری فن پاروں کا ایک تسلسل قائم فرما کر عربی، اردو، فارسی زبان وادب میں اپنے تفوق وکمال اور لیاقت ومہارت کا لوہا منوالیا ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ کی طرح آپ کی تحقیقات (علمی وفقہی ہوں یا فنی وادبی، نثری ہوں یا شعری) اور خدمات (دینی ومذہبی ہوں یا ملی وسماجی) اور کارناموں پر تحقیق ہو رہی ہے، مقالات لکھے جارہے ہیں، کتابیں تصنیف ہو رہی ہیں، سیمینار منعقد ہو رہے ہیں، رسائل وجرائد کے خصوصی شمارے نکل رہے ہیں، مالیگاؤں کے ایک جوان سال

محقق محمد حسین مشاہد رضوی ''حضور مفتی اعظم کی نعتیہ شاعری'' کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں، انہوں نے مفتی اعظم کے متعلق یہ اشعار کہے، ملاحظہ کریں: ؎

ہیں میرے احمد رضا حسان ثانی بالیقیں — اور نوری نعت گوئی میں ہیں ان کا آئینہ
ہو ہر اک دھڑکن مشاہد نغمۂ نعت رسول — فیض نوری سے ہو دل حب نبی کا آئینہ
(۹۹)

۱۴؍محرم الحرام ۱۴۰۲ھ/۱۲؍نومبر ۱۹۸۱ء بروز شنبہ فکر وفن کا یہ آفتاب غروب ہوگیا۔(۱۰۰)

چند اشعار ملاحظہ کریں:

ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ سے عیاں پھر بھی نہاں
ہو کے شہ رگ سے قریں تر ہے جدا ملتا نہیں
بھیڑ کو خوف نہ ہو شیر سے جو تم چاہو
تم جو چاہو تو بنے شیر غنم کی صورت
مٹے ظلمت جہاں کی نور کا تڑکا ہو عالم میں
نقاب روئے انور اے مرے خورشید اب سرکا
''کُـــــن'' کا حاکم کر دیا اللہ نے سرکار کو
کام شاخوں سے لیا ہے آپ نے تلوار کا
کبھی بیمار محبت بھی ہوئے ہیں اچھے
روز افزوں ہے مرض کام دوا نے نہ دیا (سامانِ بخشش)

☆☆☆

علامہ حسنین رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے برادر زادہ، خلیفہ، شاگرد اور داماد اور استاد زمن علامہ حسن رضا کے خلف اکبر مولانا محمد حسنین رضا بریلوی محلّہ سوداگران بریلی میں ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۳ء کو پیدا ہوئے (۱۰۱) اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ سے اکتساب علم و فیض کیا اور حجۃ الاسلام سے بھی مفتیِ اعظم کی معیت میں کتابیں پڑھیں (۱۰۲) مدرسہ منظر اسلام بریلی کے جید علمائے ذوی الاحترام سے دیگر علوم نبویہ کی تحصیل کی اور ۱۸؍سال کی عمر میں ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء کو دارالعلوم منظر اسلام ہی سے سند فراغت حاصل کی (۱۰۳) حسنین میاں قدس سرہ نے ۱۳۳۹ھ میں ''انصار الاسلام'' نام سے ایک جماعت کی داغ بیل ڈالی (۱۰۴) آپ نے اپنی خدمات دین وادب کو وسعت دیتے ہوئے اپنی ادارت اور سرپرستی میں ماہنامہ ''الرضا'' بریلی محرم الحرام ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء کو جاری فرمایا۔(۱۰۵)

مولانا شہاب الدین رضوی آپ کے احوال کے متعلق لکھتے ہیں:

''مولانا حسنین رضا علیہ الرحمہ حضور مفتی اعظم سے چھ ماہ بڑے تھے، تقریباً اکیانوے برس کی عمر پائی، تعلیم منظر اسلام بریلی میں حاصل کی اور امام احمد رضا قادری بریلوی سے شرف تلمذ و اجازت وخلافت حاصل تھی، نیز معقولات کی کچھ کتابیں رام پور جا کر وہاں کے مشہور عالم مولانا ابو الوقت محمد ہدایت رسول نوری رضوی رام پوری سے پڑھیں، مولانا مفتی ارشاد حسین مجددی رام پوری کے حلقۂ درس بھی شامل ہوئے، فراغت کے

بعد کچھ عرصہ تک دارالعلوم منظر اسلام میں درس بھی دیا، آپ سے
اکتسابِ فیض کرنے والوں میں مشاہیر علما اور فضلا ہیں“ (۱۰۶)

فتاویٰ رضویہ جلد اول ۱۹۱۸ء میں جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کے زیر اہتمام پہلی بار شائع ہوئی، استاذ العلما مولانا حسنین رضا بریلوی قدس سرہ نے اس کی پروف ریڈنگ کا کام انجام دیا۔ (۱۰۷)

حسنی پریس کے نام سے آپ نے ایک پریس بھی قائم کیا، جو ایک زمانے تک کام کرتا رہا، جماعت رضائے مصطفیٰ کی جانب سے پیش کی جانے والی روداد مطبع حسنی پریس واقع محلہ سوداگران بریلی باہتمام حسنین رضا بن مولانا حسنؔ بریلوی ۱۹۲۰ء/ ۱۳۳۹ھ میں شائع ہوئی۔ (۱۰۸)

جماعت رضائے مصطفیٰ کی شاندار خدمات میں آپ کا نمایاں حصہ ہے، حضور مفتیِ اعظم ہند کے دوش بہ دوش چل کر شدھی تحریک کا سد باب کیا اور سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ (۱۰۹)

ان تمام کارہائے نمایاں کے ساتھ ساتھ شعر و ادب میں آپ کی اہم خدمات کو بھلایا نہیں جا سکتا، ”الرضا“ کے ذریعہ خدمت تو کی ہی آپ شعر و سخن کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہوئے اس میدان میں بھی اپنی خدمات کے جواہر پارے بکھیرے، مولانا حسن رضا بریلوی اور امام احمد رضا قادری سے اصلاحات لیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

تری نعلِ مقدس جس کے سر پہ سایہ گستر ہے — وہی فرماں روائے ہفت کشور ہے سکندر ہے
غضب ہی کر دیا حسنینؔ طیبہ سے پلٹ آئے — وہ جیتے جی کی جنت ہے وہ جنت سے بھی بڑھ کر ہے

دوسری جگہ اعلیٰ حضرت قدس کی شان میں عرض گزار ہیں:

مدد کا وقت ہے اے حضرت احمد رضا اٹھو — غریبوں کو سہارا دو مریضوں کی دوا اٹھو
کوئی دم میں اب آتی ہے صدا یہ قبر انور سے — ادھر آؤ بڑھو حسنینؔ لو اپنا صلہ اٹھو (۱۱۰)

جماعت انصار الاسلام کی تین روزہ کانفرنس کا جب فتنہ پرور لوگوں نے بائیکاٹ کیا اور لیڈروں کے ذریعہ جگہ جگہ اس کی مخالفت ہوئی، انہوں نے مسلمانوں کو بہکانا شروع کیا، اس کا حال آپ کے قلم سے سنیے۔ قلم کی جولانی بھی نظر آئے گی، ادب بھی اور اسلوب کا تیکھا پن بھی:

”مخالف ہواؤں کی بادِ صرصر طوفانی تموج کے ساتھ اس نوبادۂ امید کو از بیخ برکندہ کرنے میں اپنی پوری جدوجہد اور کامل طاقت صرف کرتی رہی اور ہمدردیِ اسلام کے مدعیوں نے اس جلسہ کو ناکام بنانے کے لیے اپنی ہر قسم کی طاقتیں صرف کر دیں، اشتہارات و اخبارات میں اس جلسہ کو بدنام کیا گیا اور گورنمنٹ کا جلسہ بتا کر مسلمانوں کو اس جلسہ کی طرف سے بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا گیا، جماعتیں اس کام پر مامور تھیں کہ وہ گشت کر کے دھوپوں اور لوؤں میں پھر کر مسلمانوں کو جلسہ سے روکیں اور علما و مشائخ کے پاس ممانعت کے خفیہ خطوط بھیجے گئے، مگر حق کی آواز بلند ہو کر رہی اور باطل کی تمام کوششیں ناکام ہوئیں۔ پھر بھی اہل عناد نے اپنے مساعی کی تیز رفتاری کو سست کرنا گوارا نہ کیا“ (تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، طبع ممبئی، ص۳۰۱)

اس حسین اندازِ بیاں، بے ساختگی، سلاست و روانی اور لاثانی لب و لہجہ کو کس طرح بھلایا جا سکتا ہے؟ ضرور تاریخ ادب اس حقیقت کو اپنے دامن میں جگہ دے گی اور ان خدمات اور نمایاں کارناموں کو دنیائے شعر و ادب ضرور یاد رکھے گی۔

۵؍صفر المظفر ۱۴۰۱ھ / ۱۴؍ستمبر ۱۹۰۸ء بروز شنبہ آپ کا انتقال ہوا۔ (۱۱۱)

علامہ ریحان رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ

ریحان ملت حضرت مولانا محمد ریحان رضا قادری قدس سرہ مفسر اعظم حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا خاں بن حجۃ الاسلام بن امام احمد رضا بریلوی کے سب سے بڑے فرزند ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۸؍ذوالحجہ ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۴ء کو محلّہ خواجہ قطب بریلی میں ہوئی(۱۱۲) جد امجد حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے ''محمد'' نام رکھا، بعدہ پکارنے کے لئے ''ریحان رضا'' تجویز فرمایا(۱۱۳) ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کرنے کے بعد والد محترم حضرت مفسر اعظم قدس سرہ کے حکم پر لائل پور پاکستان تشریف لے گئے۔ وہاں جامعہ رضویہ مظہر اسلام میں داخلہ لے کر محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد رضوی کی خدمت بابرکت میں مسلسل تین سال رہ کر معیاری کتابوں کا درس حاصل کیا، بے شمار فنون کی اعلیٰ کتب میں درک حاصل کیا، پھر دارالعلوم منظر اسلام بریلی سے باقاعدہ دستار بندی ہوئی اور سند فراغت سے سرفراز کیے گئے۔(۱۱۴)

آپ کے اساتذہ میں حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری، جد امجد حجۃ الاسلام علامہ محمد حامد رضا قادری اور والد محترم وغیرہم کی بلند قامت اور مایہ ناز شخصیات آتی ہیں۔ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان سے بیعت وارادت کا شرف حاصل کیا اور حجۃ الاسلام قدس سرہ نے اجازت وخلافت سے نوازا۔(۱۱۵)

علامہ ریحانؔ ملت بریلوی کے والد ماجد مفسر اعظم علامہ محمد ابراہیم رضا خان جیلانی بریلوی قدس سرہ العزیز کی ذات محتاج تعارف وتبصرہ نہیں، ان کی پیدائش ۱۰؍ربیع الآخر ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۵ء کو ہوئی۔(۱۱۶)

جد امجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی نے نام ''محمد'' رکھا اور والد محترم

حجۃ الاسلام نے ''ابراہیم رضا'' منتخب فرمایا اور جدۂ محترمہ نے پکارنے کا نام ''جیلانی میاں'' تجویز فرمایا۔(۱۱۷)

آپ کی ولادت کی خبر پا کر استاذ زمن علامہ حسنؔ بریلوی قدس سرہ اچھل پڑے اور زبان سے بے ساختہ یہ مصرع نکلا:

علم وعمر اقبال وطالع دے خدا

۱۳۲۵ھ

۱۳۴۴ھ کو ۱۹؍سال کی عمر شریف میں دارالعلوم منظر اسلام سے فراغت ہوئی۔(۱۱۸)

آپ کو تحریر وتقریر میں ملکہ حاصل تھا، تبلیغی دورے بھی کرتے، فرصت نکال کر مقالات ومضامین قلم بند فرماتے، آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں اور کئی کتابوں کا ترجمہ بھی کیا۔(۱۱۹)

ابھی حال ہی میں آپ کی انتہائی معلوماتی اور روح افزا کتاب ''فضائل درود شریف'' اصل، متن اور پوری تشریح وتخریج کے ساتھ ۱۰۰؍صفحات پر مشتمل دہلی سے شائع ہوئی ہے، قارئین اس کا مطالعہ کرسکتے ہیں۔

۱۱؍صفر المظفر ۱۳۸۵ھ / ۱۲؍جون ۱۹۶۵ء کو ساٹھ سال کی عمر میں وصال ہوا۔(۱۲۰)

حضرت علامہ محمد ریحان رضا قادری بریلوی کی وعظ گوئی کافی مشہور تھی، بڑی لاجواب تقریر کرتے، آپ کی افہام وتفہیم کا الگ انداز تھا، سامعین کی نفسیات کو پرکھ کر اپنی بات ان کے دل ودماغ میں اتار دینے کا فن آتا تھا۔ آپ نے درس وتدریس کا فریضہ بھی انجام دیا، سیاست میں بھی حصہ لیا، مختلف ممالک کے تبلیغی دورے کیے اور اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین وملت کی تعمیر وترقی میں شب وروز مشغول رہے، وعظ وتبلیغ کے ساتھ ساتھ میدان شعر وشاعری میں بھی خامہ فرسائی کی، عشق رسول صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی حرارت نے اور اجداد کی وراثت نے اس کا بھی ذوق بلیغ عطا کیا۔ ایک اچھے، باکمال شاعر تھے، نعتیہ شاعری میں طبع آزمائی کی اور اچھا لکھا، آپ کا کلام ماحولیات کا اچھا تجزیہ نگار بھی تھا، آپ کو مجموعہ کلام تو مل نہ سکا البتہ چند اشعار پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں، پڑھیں، دیکھیں اور عش عش کر اٹھیں، جن میں آپ کے افکار کی بلند پروازی، خیال کی پاکیزگی کا نمایاں وصف دکھائی دیتا ہے۔

ظالم انگریزوں کی شقاوت و سنگ دلی، ملکی معاملات میں بے جا دخل اندازی، ہندوستان کی تہذیب و ثقافت تعلیم و تمدن کے خلاف ان سرکشوں کی محاذ آرائی اور ملک ہند کی عظمت رفتہ اور حالات زار پر یوں تبصرہ کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

نہ مسلو ظالمو! کلیاں چمن کی، پھول مت توڑو
یہ اپنا ہی گلستاں ہے یہ ہے فصل بہار اپنی
نہتوں پر نہ دیکھو آزما کر دھار خنجر کی
یہ دنیا کیا کہے گی یوں کرو حالت نہ خوار اپنی
مناسب ہے یہی ریحاںؔ عنادل فیصلہ کر لیں
کہ اب ہم خود ہی دیکھیں گے چمن اپنا بہار اپنی (۱۲۱)

درحقیقت آپ نے اس میدان میں بھی اپنی خدمات کے اثرات چھوڑے ہیں جو اس فن کے وابستگان اور ذمہ داران کے لیے ایک خوبرو گلدان ہے جس کی بھینی بھینی خوشبوئیں محفل شعر و ادب کو تادیر مہکاتی رہیں گی۔

جد امجد حجۃ الاسلام نے آپ کا پکارو نام ''ریحان رضا'' تجویز کیا تھا، اپنے نعتیہ اشعار میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

نام یہ جس نے دیا اس کو خبر تھی شاید

ان کا ریحان زمانے میں چمکتا ہوگا (۱۲۲)

۱۸؍ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء کو آپ نے اس دار فانی کو الوداع کہا۔ (۱۲۳)

؎ ابر رحمت ان کی مرقد پر گہر باری کرے   حشر تک شانِ کریمی ناز برداری کرے

☆☆☆

صدر العلما علامہ محمد تحسین رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ

مظہر مفتی اعظم استاد الاساتذہ حضرت علامہ مفتی محمد تحسین رضا خاں صاحب محدث بریلوی علیہ الرحمہ بن علامہ محمد تحسین رضا جیلانی بریلوی بن علامہ حسنؔ بریلوی بن علامہ نقی علی خاں قدس سرہم کی ولادت ۱۴؍ شعبان المعظم ۱۳۴۸ھ/۱۹۳۰ء جمعۃ المبارکہ کو ہوئی (۱۲۴) ''محمد'' نام تجویز ہوا، تحسین رضا عرف قرار پایا، شاعری میں تخلص تحسینؔ اختیار فرمایا (۱۲۵) تقریباً بارہ سال کی عمر میں ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء کو والد ماجد نے عربی کی تعلیم کے لئے مدرسہ اہل سنت مظہر اسلام مسجد بی بی صاحبہ بریلی میں داخل کیا (۱۲۶)

غالباً ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۹ء میں مرکز علم و عرفان دار العلوم منظر اسلام رضا نگر سوداگران بریلی میں منتہی کتابوں کی تعلیم کے لئے داخلہ لیا (۱۲۷) دورۂ حدیث شریف کے لئے والد ماجد کی خواہش کے مطابق اگست ۱۹۵۶ء میں جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد پاکستان تشریف لے گئے (۱۲۸) شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ میں جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد سے سند فراغت حاصل کر کے بریلی شریف واپس ہوئے (۱۲۹)

علامہ محمد تحسین میاں قدس سرہ نے صدر الشریعہ، مفتی اعظم ہند، محدث پاکستان، شمس العلما و شیخ العلما جیسی عظیم المرتبت، بلند پایہ اور قابل قدر شخصیات سے علم کی تحصیل کی (۱۳۰) دار العلوم مظہر اسلام دار العلوم منظر اسلام جامعہ نوریہ رضویہ بریلی

شریف اور جامعۃ الرضا میں تدریسی خدمات دیں۔تا دمِ وصال جامعۃ الرضا بریلی میں بحیثیت صدر المدرسین و شیخ الجامعہ یہ عظیم فریضہ انجام دیا، ۱۸؍رجب المرجب ۱۴۲۸ھ / ۳؍اگست ۲۰۰۷ء کو ایک سڑک حادثہ میں آپ کا انتقال ہوا۔(۱۳۱)

علامہ تحسین میاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک بے مثال مدرس، لاجواب فقیہ، متبحر عالم دین، باکمال مفسر، قابل اعتماد محدث اور کئی ایک علوم وفنون کے ماہر اور فضل وکمال کے آئینہ دار تھے، علم ومعرفت، زہد وتقویٰ، قناعت اور تواضع کی چلتی پھرتی تصویر تھے، ساتھ ہی ساتھ ایک کہنہ مشق شاعر اور سخن شناس ادیب تھے، شاعری آپ کو ورثے میں ملی تھی، شاعری کا محرک عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ سرمایہ ہے، وہ جذب و کیف ہے جو آپ کو اپنے اجداد سے حاصل ہوا اور یہ ذوق بیدار رہا۔

استاد محترم مولوی سردار علی خاں بھی ایک اچھے شاعر اور سخن داں تھے، ابتدائی نعتیہ اشعار تحسینؔ میاں نے انہیں کو سنائے، حوصلہ افزائی ہوئی تو مزید شوق بڑھا، مشاعروں میں شرکت کی، کلام سنایا، پسند کیا گیا پھر آپ باقاعدہ شعر کہنے لگے۔

بزرگ محقق ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی صاحب رقم طراز ہیں:

> ”حضرت علامہ تحسین رضا کی شعر گوئی کے بابت صرف اتنا عرض ہے کہ خاندان کے ادبی ماحول اور دیگر نعتیہ مشاعروں اور نشستوں میں شرکت اور ان میں دیے جانے والے طرحی مصارع نے آپ کو شعر گوئی کی طرف مائل کیا اور اس طرح آپ کا شعری ذوق جلا پانے لگا...... نیز دوسرے ساتھیوں کو شعر گوئی کا شوق تھا“(۱۳۲)

علم ومعرفت، فقہ وتدبر کے خاندانی اثرات جس طرح اس کے فرزندوں پر

مرتب ہوتے ہیں، فکر وفن اور شعر وشاعری پر بھی اسی ماحول نے اپنا اثر دکھایا۔علامہ تحسین میاں تو اس خانوادے کے چشم وچراغ اور گل سرسبد ہیں جس کے علم وفضل اور فن وادب کا ایک جہاں قائل ہے اور مشاہیر شعر وادبا جس سے رہنمائی حاصل کر رہے ہیں، رضاؔ، حامدؔ، حسنؔ، نوریؔ، حسنینؔ، ریحانؔ جیسے یکتائے روزگار شعرا اور اعاظم زمانہ سے کون واقف نہیں۔”ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم“ کو کس نے شاعرانہ تعلّی کہا؟ سب نے مانا، قبول کیا، سرِ تسلیم خم کیا۔

علامہ تحسین رضا بریلوی ایک شاعر نہیں، استاد الشعرا تھے، آپ کے کلام میں خیابانِ رضا کے جاذب نظر گلوں کی خوشبو موجود ہے، مضمون آفرینی، شگفتہ بیانی، سلاست وروانی اور فصاحت وبلاغت وادبیت میں آپ کے نعتیہ اشعار حسنؔ بریلوی کے اشعار سے بہت مشابہ ومماثل معلوم ہوتے ہیں اور کیوں نہ ہو کہ اسی عظیم ہستی کے فرزند ہیں۔

آپ کے کلام اہل علم وادب کی مجلسوں، ادبی نشستوں میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، سنا اور پڑھا جاتا ہے۔خود حضور مفتی اعظم علامہ محمد مصطفیٰ رضا قادری نوریؔ بریلوی قدس سرہ العزیز آپ کے کلام کو پسند فرماتے اور خوب داد وتحسین اور دعاؤں سے نوازتے۔

ڈاکٹر توقیر حسن خاں پی۔ایچ۔ڈی (اسلامیہ کالج بریلی) لکھتے ہیں:

> ”حضرت قبلہ تحسین میاں حضور نے اپنی شاعری کے متعلق ایک واقعہ مجھے خود سنایا، فرماتے ہیں کہ میں ایک نشست میں نعت پاک پڑھ رہا تھا، حضور مفتی اعظم ہند قبلہ بھی وہاں موجود تھے، بہت غور سے کلام سنتے رہے، جب میں نے مقطع پڑھا تو بہت داد دی اور فرمایا: سبحان اللہ! اتنا اچھا کلام کہتے ہو، میرا گمان تو یہ

تھا کہ تم اپنے دادا میاں (استاذ زمن حسن رضا خاں حسنؔ
بریلوی) کا کلام پڑھ پڑھ رہے ہو'' (۱۳۳)

شاعری میں آپ نے انتہائی سادہ اور سلیس زبان استعمال کی، اشعار میں جدید اسلوب نگارش کی جھلکیاں اور الفاظ و بیان کی ندرت بجا طور پر محسوس کی جا سکتی ہے، فنی و عروضی اصولوں کے برتنے میں کہیں کوئی کمی اور نقص دکھائی نہیں دیتا، آپ کی نزاکت خیال، بلاغت فکر اور قادرالکلامی کا رنگ ملاحظہ کریں:

تیرا دل تو ہے جنت میں میرے دل میں ہے وہ جنت
یہی تو فرق ہے زاہد عبادت میں، محبت میں
پیمبر کی حقیقت کو کوئی تحسینؔ کیا سمجھے؟
جو مقطع ہے تخیل کا وہ مطلع ہے نبوت میں (۱۳۴)

آپ نے غزل بھی کہی مگر نعتیہ شاعری کو پسند فرمایا اور زبان و ادب کی خوب خدمت کی، منقبت بھی لکھی اور ادبی و فنی اصطلاحات کا بجا استعمال فرمایا۔

مولانا محمد حسن علی رضوی میلسی (پاکستان) ارقام فرماتے ہیں:

''علامہ تحسین رضا ایک قادر الکلام شاعر اور ادیب بھی تھے، انہوں نے بکثرت روح پرور نعتیں اور منقبتیں لکھی ہیں، ایک نعت شریف کا مطلع یہ ہے:

جس کو کہتے ہیں قیامت حشر جس کا نام ہے
درحقیقت تیرے دیوانوں کا جشن عام ہے (۱۳۵)

علامہ محمد تحسین رضا بریلوی قدس سرہ کا مختصر مجموعۂ کلام جو سالنامہ تجلیات رضا بریلی کے ''صدر العلما محدث بریلوی نمبر'' میں شامل اشاعت ہے، اس میں ۱۵ نعتیں،

ایک منقبت اور ایک قطعہ ہے، الگ سے کوئی مجموعۂ کلام بشکل دیوان میری نگاہ سے نہیں گزرا۔ حضور شافع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت کاملہ اور شفاعت عظمیٰ پر کس یقین بھرے انداز میں آفتابِ قیامت کی تمازت کو للکارا اور ''رضائے مصطفیٰ رضائے الٰہی ہے'' کی حقیقت کو کس بلند پیرائے میں بیان کیا، ملاحظہ کریں:

گنہ گاروں کے سر پر سایہ ہے جب ان کی رحمت کا
سوا نیزے پہ آ کر شمس کیا کر لے گا محشر میں (۱۳۶)
ہے ان کی رضا پر حق کی رضا اور ان کا کیا ہے حق کا کیا
جو ان کا ارادہ ہوتا ہے وہ حق کی مشیت ہوتی ہے (۱۳۷)

چند اشعار اور ہدیۂ قارئین ہیں:

نہاں جس دل میں سرکارِ دوعالم کی محبت ہے
وہ دل مومن کا دل ہے چشمۂ نور ہدایت ہے
وہ کعبہ ہے جہاں سر جھک رہے ہیں اہل عالم کے
مگر کعبہ بھی جس کے سامنے خم ہو گیا تم ہو
طرب انگیز ہے راحت فزا ہے کیف ساماں ہے
یہ گلستاں ہے یا مدینے کا بیاباں ہے
نہیں فعل عبث سرکار طیبہ کی ثنا خوانی
جو وہ تحسین فرما دیں تو یہ بخشش کا ساماں ہے

لن ترانی نصیب موسیٰ تھی — ان کو جلوے دکھائے جاتے ہیں
وہ سر طور خود گئے لیکن — عرش پر یہ بلائے جاتے ہیں

☆☆☆

تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری دام ظلہ النورانی

جانشین مفتی اعظم علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بن مفسر اعظم مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی بن حجۃ الاسلام بن امام احمد رضا قادری کی ولادت باسعادت ۲۵ رفروری ۱۹۴۲ء کو محلّہ سوداگران بریلی شریف میں ہوئی (۱۳۸) ''محمد'' نام پر عقیقہ ہوا، پکارنے کا نام ''محمد اسماعیل رضا'' اور عرف ''محمد اختر رضا'' تجویز ہوا (۱۳۹) حضور مفتی اعظم علامہ محمد مصطفیٰ رضا نوری قدس سرہ نے رسم بسم اللہ خوانی ادا کرائی، دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے ماہر اساتذۂ علم وفن سے اکتساب علم کیا، آپ کا قوت حافظہ بچپن سے ہی بڑا مضبوط تھا، شروع سے ہی طلب علم میں آپ کی دل چسپی اور لگن قابل دید رہی ہے۔

۱۹۶۳ء میں دنیا کی مشہور اور قدیم اسلامی یونیورسٹی جامع ازہر قاہرہ مصر حصول علم کی غرض سے تشریف لے گئے، وہاں مسلسل تین سال تک فن تفسیر وحدیث کے جید اور متبحر اساتذہ سے تحصیل علم کی۔ (۱۴۰)

مولانا محمد شہاب الدین رضوی رقم طراز ہیں:

''تاج الشریعہ ۱۹۶۶ء میں جامع ازہر قاہرہ سے فارغ ہوئے تو کرنل جمال عبدالناصر نے آپ کو بطور انعام جامع ازہر ایوارڈ پیش کیا اور ساتھ ہی ساتھ سند سے بھی نوازے گئے'' (۱۴۱)

حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی خاص نگاہ فیض وکرم اور دعائے سحر گاہی نے آپ کو علوم وفنون کا نیر تاباں، طریقت ومعرفت کا مہر درخشاں بنایا اور آج ''تاج الشریعہ'' کے لقب سے جانے جاتے ہیں۔

خانوادۂ رضا کے فرزندوں کی خصوصیت رہی ہے کہ عشق رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حلاوت ولطافت سے معمور رہتے ہیں، حضور مجدد اعظم، استاد زمن، مفتی اعظم، حجۃ الاسلام وغیرہم بزرگ وقابل قدر شخصیات کی طرح علامہ محمد اختر رضا ازہری میاں کو بھی محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا وافر حصہ عطا ہوا اور پھر قلبی واردات کے اظہار کے لئے موروثہ دولت بے بہا نعتیہ شاعری کو اختیار فرمایا۔ اس میدان میں آپ کا تخلص ''اختر'' ہے۔

سفینۂ بخشش جو آپ کی نعتیہ شاعری کے جلوؤں کا نورانی خزینہ اور بخشش کا سفینہ ہے، اس مجموعۂ کلام کے مرتب لکھتے ہیں:

''حضور تاج الشریعہ کی شخصیت کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد یہ امر واضح ہوتا ہے کہ آپ کو دین ومذہب سے والہانہ وابستگی کے ساتھ ساتھ موزونی طبع، خوش کلامی، شعرگوئی اور شاعرانہ ذوق بھی ورثے میں ملا ہے'' (۱۴۲)

حضور ازہری میاں نے عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں طبع آزمائی کی، شعر وسخن سے آپ کی دل چسپی زمانۂ طالب علمی سے ہی رہی مگر اس کی طرف زیادہ رجحان قلب نہ تھا، شروع شروع میں اپنے اساتذہ اور والد ماجد سے اپنے کلام کی اصلاح لیتے رہے، آپ کی نعتیں، نظمیں ماہنامہ ''اعلیٰ حضرت'' اور ماہنامہ ''نوری کرن'' بریلی میں شائع ہوتی رہیں۔ آپ کے اشعار ادبیت کے خوش نما ذرات سے مزین ہیں اور عشق رسول کی تابانیوں سے پوری طرح منور بھی۔ نعتیہ دیوان ''سفینۂ بخشش'' اس بات پر بین ثبوت ہے جو معنویت وپیکر تراشی اور ندرت خیال کا حسین شاہ کار ہے۔ اس کے ہر ہر شعر میں جذب وکیف، سوز وگداز، عاشقانہ شیفتگی کی لاجواب کہکشاں جگمگا رہی ہے، اشعار تکلف اور تصنع سے پاک ہیں۔ حضور ازہری میاں ابتدا ہی سے نعتیں لکھنے لگے تھے،

انیس سال کی عمر میں لکھی گئی ایک نعت پاک کے چند اشعار دیکھیں اور الفاظ کی بندش اور تعبیر کی ندرت کا نمونہ ملاحظہ کریں۔ ؎

اس طرف بھی اک نظر مہرِ درخشانِ جمال — ہم بھی رکھتے ہیں بہت مدت سے ارمانِ جمال
اک اشارہ سے کیا شق ماہِ تاباں آپ نے — مرحبا صلِ علیٰ صلِ علیٰ شانِ جمال
حاسدانِ شاہِ دیں کو دیجئے اختر جواب — درحقیقت مصطفیٰ پیارے ہیں سلطانِ جمال (۱۴۳)

اگر چہ یہ زمین ردیف و قافیے جدامجد حسنؔ بریلوی کے متعین کردہ ہیں پھر بھی افکار کی بلندی والفاظ کی چستی کیا کہنا۔(۱۴۴)

سفینۂ بخشش میں نعت، منقبت، سلام، غزل، نظم، رباعی وغیرہا اصناف کا ایک جہان آباد ہے، ۹۶ صفحات پر مشتمل یہ نعتیہ دیوان دنیائے شعر وادب میں ایک مقام رکھتا ہے، ادبیت کی چاشنی اور شریعت وطریقت کی نوازشات کا حسین امتزاج قاری کو جہاں عشق وعقیدت کے حقائق دریافت کراتا ہے وہیں ادب وفن کے باریک رموز و نکات سے آگاہی دیتا ہوا نظر آتا ہے، بزبان عربی گیارہ کلام موجود ہیں جن میں نعتیں، منقبتیں، سلام اور نظمیں ہیں، ان کے مطالعہ سے آپ کی عربی دانی اور اس میں مہارت تامہ کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے وصال پرملال پر آپ نے بزبان عربی تاریخ وصال اشعار کی زبانی کہی اس کے دوشعر ملاحظہ ہوں:

توی المفتی العظام مخلدا
بدارِ فالکرم بھا من دار
سئلون اختر ارخ رحلة سیدی
فقلت عظیم الشان لیتناالدار (۱۴۵)

حضور ازہری میاں کی شعر گوئی علم ومعرفت کی راز داں ہے، اس میدان میں آپ کی برجستگی اور مہارت تامہ کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، جسے الحاج قاری محمد امانت رسول نوری پیلی بھیتی نے سامانِ بخشش (نعتیہ دیوان حضور مفتی اعظم نوریؔ) کے حاشیہ پر ارقام فرمایا ہے:

"مولوی عبدالحمید صاحب رضوی افریقی یہ نعت پاک (تو شمع رسالت ہے عالم تیرا پروانہ) حضور مفتی اعظم قبلہ قدس سرہ کی مجلس میں پڑھ رہے تھے، جب یہ مقطع (آباد اسے فرما ویراں ہے دلِ نوریؔ) پڑھا تو حضرت قبلہ نے فرمایا کہ بحمدہ تعالیٰ فقیر کا دل تو روشن ہے، اب اس کو یوں پڑھو (آباد اسے فرما ویراں ہے دلِ نجدی) جانشینِ مفتی اعظم ہند علامہ مفتی شاہ اختر رضا خاں صاحب قبلہ نے برجستہ عرض کیا، مقطع کو اس طرح پڑھ لیا جائے: ؎

سرکار کے جلووں سے روشن ہے دلِ نوری
تا حشر رہے روشن نوری کا یہ کاشانہ

حضرت قبلہ نے پسند فرمایا"(۱۴۶)

آپ نے اپنی نعتیہ شاعری میں جہاں شرعی بنیادوں کا پاس ولحاظ رکھا وہیں فنی و عروضی نزاکتوں کی محافظت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ ہونے دیا اور ادب کو خوب برتا، استعمال کیا، سجایا، نبھایا تاکہ جب یہ کلام تنقید نگاروں کی چمکتی میز پر قدم رنجہ ہو تو انہیں سوچنے پر مجبور کردے کہ فکر کی یہ جولانی، خیال کی یہ بلند پروازی، تعبیر کی یہ ندرت، عشق کی یہ حلاوت واقعی ایک کہنہ مشق اور قادر الکلام شاعر کی عظیم صلاحیتوں کی مظہر ہے اور عظیم

وراثتوں کی حفاظت کا بہترین نمونہ، فنی ولسانی اصطلاحات کی جانچ پڑتال کرنے والا اچھی طرح اندازہ لگالے کہ یہاں کن کن نکات کی جلوہ سامانیاں ہیں، کیسے کیسے حقائق پوشیدہ ہیں، کلمات کی کتنی رعنائیاں پنہاں ہیں اور خیالات کی کیسی وسعت؟

دو اشعار ملاحظہ کریں:

جہاں میں ان کی چلتی ہے وہ دم میں کیا سے کیا کردیں
زمیں کو آسماں کردیں، ثریا کو ثرا کردیں
مجھے کیا فکر ہو اختر میرے یاور ہیں وہ یاور
بلاؤں کو جو میری خود گرفتارِ بلا کردیں

اختیاراتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کتنے حسین پیرائے میں بیان کردیا، زبان سادہ، صاف اور انتہائی سلیس ہے اور لب ولہجہ انوکھا، سستہ اور برجستگی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مصطفائے ذاتِ یکتا آپ ہیں　　یک نے جس کو یک بنایا آپ ہیں
آپ کی خاطر بنائے دوجہاں　　اپنی خاطر جو بنایا آپ ہیں

مدینہ چھوڑ کر جنت کی خوشبو مل نہیں سکتی
مدینے سے محبت ہے تو جنت کی ضمانت ہے
عرش پر ہیں ان کی ہر سو جلوہ گستر ایڑیاں
گہہ بشکل مہر ہیں گہہ مہر انور ایڑیاں

حضور ازہری میاں نہ صرف ایک بلند پایہ شاعر بلکہ فقہ وافتا کے عظیم شہ سوار، امت مسلمہ کے سچے قائد اور پیر طریقت کی حیثیت سے متعارف ہیں، آپ کی ہمہ جہت ذات واقعی ایک جہان سمیٹے ہوئے ہے، درس وتدریس میں بھی آپ کی علمی وفقہی لیاقتوں

کا انوکھا انداز شاگردوں کی زبانی معلوم ہوا، تصنیف وتالیف، ترجمہ وتحشیہ میں بھی آپ کے زرنگار قلم نے جولانیاں دکھائیں، ہزارہا فتاویٰ تحریر فرمائے، ابھی حال ہی میں مجلس برکات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی سے آپ کا لکھا ہوا حاشیہ بخاری شائع ہوا جو واقعی عربی زبان وادب میں آپ کی مہارت، علمیت وفقاہت اور فن حدیث میں کمال کا پتہ دیتا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی کتاب "المعتمد المستند" کا سلیس اردو زبان میں ترجمہ کیا جو درحقیقت ترجمہ نگاری کا ایک انوکھا باب ہے اور روح بلاغت کی کماحقہٗ ترجمانی کا لازوال گنجینۂ معروف ہے۔ یہ ترجمہ آپ کے قلم سے وجود میں آیا، جس کی ادبیت کا اندازہ مطالعہ کے بعد ہی لگایا جاسکتا ہے۔ یہ درحقیقت آپ کی ادبی خدمات اور علمی گہرائی وگیرائی کا آئینہ دار ہے، اسی نوع کا ایک اور شاہ کار "الزلال الانقیٰ من بحر سبقة الاتقیٰ" از امام احمد رضا قادری کا اردو ترجمہ ہے، جو ممبئی سے مطبوع ہے۔ ان کے علاوہ متعدد تراجم (اردو سے عربی اور عربی سے اردو) وتصانیف وتقاریظ کا گراں قدر ذخیرہ آپ کی علمی یادگار اور ادبی خدمات کا لاجواب شاہکار ہے۔ تفصیل کے لیے مطالعہ کریں "حیات تاج الشریعہ" طبع ممبئی، ۲۰۰۸ء

بلاشبہ یہ سب فضل ہے اللہ عزوجل کا، کرم ہے رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اور فیضان ہے اعلیٰ حضرت مجدد اعظم اور مفتی اعظم علیہما الرحمہ کا جو عالم اسلام کے روبرو آفتاب کی شکل میں جگمگا رہا ہے۔ دلوں کو ضوفشاں، اذہان کو درخشاں اور افکار وخیالات کو انوار علم ومعرفت سے گل بداماں کر رہا ہے اور ساری خلقت اس کے فیضان سے مالا مال ہو رہی ہے۔

خانوادۂ رضویہ کی شعر وادبی خدمات پر قدرے تفصیلی جائزہ پیش کردیا گیا، قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس عظیم القدر تاریخی خاندان نے دینی وفقہی، دعوتی و

اصلاحی، تہذیبی وثقافتی، سیاسی ومعاشرتی، قومی وملی خدمات کے ساتھ ساتھ ادبی وشعری میدان میں کس قدر خدمات انجام دی ہیں اور ہنوز سلسلہ جاری ہے، ہر کوئی اس حقیقت کو تسلیم کرتا اور مانتا ہے، علمی خدمات کے حوالے سے اس خانوادے کی ایک تاریخ ہے، تاریخ کا ایک نمایاں اور اہم باب ہے جو واقعی سراہے جانے کا حق دار ہے۔ اللہ عزوجل اس خانوادے کو مزید وسعت عطا کرے اور مزید خدمات کی توفیقِ رفیق بخشے۔

خانوادۂ رضویہ زندہ باد، پائندہ باد

۱۸؍محرم الحرام ۱۴۲۹ھ / ۲۶؍فروری ۲۰۰۸ء بروز چہارشنبہ

☆☆☆

مآخذ و مراجع

(۱) مولانا محمد ظفر الدین رضوی، حیاتِ اعلیٰ حضرت، رضا اکیڈمی ممبئی، ۲۰۰۳ء ص۸۴؍۱

(۲) مولانا یٰسین اختر مصباحی، امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں، رضا اکیڈمی ۱۹۹۶ء ص۱۳

(۳) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۴ء، ص۲۳۰؍۳

(۴) مولانا شہاب الدین رضوی، مفتیِ اعظم اوران کے خلفا، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۰ء، ص۷۴؍۱

(۵) حکیم عبدالحئی لکھنوی، نزہۃ الخواطر، کراچی، ص۱۷۹؍۷

(۶) مولانا بدرالدین رضوی، سوانح اعلیٰ حضرت، رضا اکیڈمی ممبئی، ۲۰۰۲ء، ص۸۷

(۷) جہانِ مفتیِ اعظم، رضا اکیڈمی ممبئی، ۲۰۰۷ء، ص۱۰۵۶

(۸) جہانِ مفتیِ اعظم، رضا اکیڈمی ممبئی، ۲۰۰۷ء، ص۱۰۵۷

(۹) مولانا یٰسین اختر مصباحی، امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں، رضا اکیڈمی، ۱۹۹۶ء، ص۱۲

(۱۰) مولانا شہاب الدین رضوی، مفتیِ اعظم اوران کے خلفا، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۰ء، ص۷۵؍۱

(۱۱) مولانا شہاب الدین رضوی، مفتیِ اعظم اوران کے خلفا، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۰ء، ص۷۵؍۱

(۱۲) ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی، تاریخ مشائخ قادریہ، کتب خانہ امجدیہ دہلی، ۲۰۰۱ء، ص۲۹۶؍۲

(۱۳) ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، حیات رضا کی نئی جہتیں، البرکات رضا فاؤنڈیشن ممبئی، ۲۰۰۷ء، ص۲۰، ۲۱، ۲۲

(۱۴) مولانا شفیق احمد شریفی، تذکرۂ اکابر اہل سنت، افضل المدارس الٰہ آباد، ۱۹۹۵ء، ص۳۵؍۱

(۱۵) مولانا بدرالدین رضوی، سوانح اعلیٰ حضرت، رضا اکیڈمی ممبئی، ۲۰۰۲ء، ص۸۸

(۱۶) مولانا بدرالدین رضوی، سوانح اعلیٰ حضرت، رضا اکیڈمی ممبئی، ۲۰۰۲ء، ص۳۸۱

(۱۷) مولانا بدرالدین رضوی، سوانح اعلیٰ حضرت، رضا اکیڈمی ممبئی، ۲۰۰۲ء، ص۸۸

(۱۸) مولانا عبدالحکیم اخترؔ شاہ جہاں پوری، سیرت امام احمد رضا، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص۳

(۱۹) مولانا عبدالحکیم اخترؔ شاہ جہاں پوری، سیرت امام احمد رضا، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص۳

(۲۰) مولانا عبدالحکیم اخترؔ شاہ جہاں پوری، سیرت امام احمد رضا، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص۴

(۲۱) مولانا بدرالدین رضوی، سوانح اعلیٰ حضرت، رضا اکیڈمی ممبئی، ۲۰۰۲ء، ص۹۲

(۲۲) مولانا بدرالدین رضوی، سوانح اعلیٰ حضرت، رضا اکیڈمی ممبئی، ۲۰۰۲ء، ص۹۲

(۲۳) مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں، الملفوظ کامل، رضوی کتاب گھر، دہلی ۲۰۰۲ء، ص۴۲؍۱

(۲۴) امام احمد رضا قادری، فتاویٰ رضویہ، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۴ء، ص۱۳۳؍۱۲

(۲۵) مولانا بدرالدین رضوی، سوانح اعلیٰ حضرت، رضا اکیڈمی ممبئی، ۲۰۰۲ء، ص۹۰

(۲۶) سال نامہ معارف رضا، کراچی، ۲۰۰۳ء، ص۶۲

(۲۷) ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، حیات رضا کی نئی جہتیں، ممبئی، ۲۰۰۷ء، ص۲۶

(۲۸) پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، چشم وچراغِ خاندانِ برکاتیہ، نوری مشن مالیگاؤں، ص۷

(۲۹) ملاحظہ کریں: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، امام احمد رضا اور عالمی جامعات، کراچی ۱۹۹۸ء

(۳۰) ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ، حضور مفتی اعظم کی حمد نگاری، مشمولہ جہان مفتیِ اعظم ممبئی، ص۶۵۵

(۳۱)مولانا رضاء المصطفیٰ حبیبی قادری، گلزارِ قادری، انجمن حبیب درسگاہِ اہل سنت، رائے بریلی، ۲۰۰۱ء ص ۲۰۵

(۳۲)پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، چشم و چراغ خاندانِ برکاتیہ، نوری مشن مالیگاؤں، ص ۱۰

(۳۳)ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد کراچی، عاشق رسول، ص ۹/امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، ص ۸۴

(۳۴)مولانا عبدالستار ہمدانی، عرفان رضا، تقریظ جلیل، رضا دار المطالعہ سیتامڑھی، ص ۱۳

(۳۵)پروفیسر محمد مسعود احمد، امام اہل سنت، المجمع الاسلامی مبارک پور، ۱۹۹۳ء، ص ۳۸

(۳۶)راجا رشید محمود ایم۔اے، اقبال و احمد رضا، اعجاز بک ڈپو کولکاتا، ۱۹۸۲ء، ص ۲۳

(۳۷)مولانا یٰسین اختر مصباحی، امام احمد رضا اور رد بدعات، رضوی کتاب گھر دہلی، ۱۹۹۵ء، ص ۳۷۹

(۳۸)ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی، تاریخ مشائخ قادریہ، کتب خانہ امجدیہ دہلی، ۲۰۰۱ء، ص ۲/۳۸۲

(۳۹)معارف رضا، سال نامہ، کراچی، ۲۰۰۳ء، ص ۵۴

(۴۰)معارف رضا کراچی، شمارہ ۱۶، ۱۹۹۴ء، ص ۱۱۴/ تاریخ مشائخ قادریہ، ص ۲/۳۸۵

(۴۱)سہ ماہی افکار رضا ممبئی، امام احمد رضا غیر مسلموں کی نظر میں، از ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، ستمبر ۱۹۹۹ء، ص ۱۹

(۴۲)سید صبیح الدین صبیح رحمانی، نعت رنگ شمارہ ۱۸، اعلیٰ حضرت نمبر ۲۰۰۵ء، ص ۲۶۱

(۴۳)امام احمد رضا قادری برکاتی، حدائق بخشش، رضوی کتاب گھر دہلی، ۲۰۰۱ء، ص ۲/۴۴

(۴۴)پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد کراچی، محدث بریلوی، ادارۂ تحقیقات کراچی، ص ۸۵

(۴۵)سید صبیح رحمانی، نعت رنگ بحوالہ (اردو میں نعت گوئی ص ۴۲۰) کراچی ۲۰۰۵ء، ص ۴۳

(۴۶)سید صبیح رحمانی نعت رنگ، شمارہ ۱۸، اعلیٰ حضرت نمبر ۲۰۰۵ء ص ۶۲۵

(۴۷)مولانا محمد شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۰ء، ص ۱/۲۶۱

(۴۸)ڈاکٹر محمد مسعود احمد، دار العلوم منظر اسلام، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی ص ۱۱

(۴۹)پروفیسر محمد مسعود احمد، امام اہل سنت، المجمع الاسلامی مبارک پور، ۱۹۹۳ء، ص ۳۸

(۵۰)مولانا محمد شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۰ء، ص ۱/۲۶۱

(۵۱)مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں، الملفوظ، حصہ دوم، رضوی کتاب گھر دہلی، ۲۰۰۲ء، ص ۲/۱۷۵

(۵۲)نعت رنگ، شمارہ ۱۸، اعلیٰ حضرت نمبر، ۲۰۰۵ء، ص ۶۲۵

(۵۳)نعت رنگ، شمارہ ۱۸، اعلیٰ حضرت نمبر، ۲۰۰۵ء، ص ۶۲۸

(۵۴)مولانا یٰسین اختر مصباحی، امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات، دہلی، ۲۰۰۵ء، ص ۳۷۶

(۵۵)ماہ نامہ سنی دنیا بریلی شریف، حسنؔ رضا نمبر، اگست ۱۹۹۴ء، ص ۲۳

(۵۶)سال نامہ تجلیات رضا بریلی، صدر العلما محدث بریلوی نمبر، ۲۰۰۷ء، ص ۷۹

(۵۷)مولانا حسنؔ رضا بریلوی، ذوق نعت، مکتبۃ المدینہ ممبئی، ص ۵

(۵۸)مولانا شفیق احمد شریفی، تذکرہ اکابر اہل سنت، الٰہ آباد، ص ۱/۱۱۹

(۵۹)مولانا شفیق احمد شریفی، تذکرہ اکابر اہل سنت، الٰہ آباد، ص ۱/۱۱۹

(۶۰)ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی، تاریخ مشائخ قادریہ، دہلی، ۲۰۰۱ء، ص ۲/۳۹۹

(۶۱)مولانا شفیق احمد شریفی، تذکرہ اکابر اہل سنت، الٰہ آباد، ص ۱/۱۲۰

(۶۲)ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی، تاریخ مشائخ قادریہ، دہلی، ۲۰۰۱ء، ص ۲/۳۹۹

(۶۳)مولانا شفیق احمد شریفی، تذکرہ اکابر اہل سنت، الٰہ آباد، ص ۱/۱۲۱

(۶۴)ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی، تاریخ مشائخ قادریہ، دہلی، ۲۰۰۱ء، ص ۲/۳۹۹

(۶۵)مولانا محمد شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی ممبئی، ص ۱/۸۱

(۶۶)ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی، تاریخ مشائخ قادریہ، دہلی، ۲۰۰۱ء، ص ۲/۴۰۲

(۶۷)جہانِ مفتیِ اعظم، رضا اکیڈمی، ممبئی، ۲۰۰۷ء، ص ۶۵۵

(۶۸)جہانِ مفتیِ اعظم، رضا اکیڈمی، ممبئی، ۲۰۰۷ء، ص ۶۵۶

(۶۹)مولانا شفیق احمد شریفی، تذکرہ اکابر اہل سنت، الٰہ آباد، ص ۱/۱۲۷

(۷۰)ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی، تاریخ مشائخ قادریہ، دہلی، ۲۰۰۱ء، ص ۲/۴۰۲

(۷۱)مولانا شفیق احمد شریفی،تذکرہ اکابر اہل سنت،الہ آباد،ص۱۲۸/۱

(۷۲)مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی،تذکرۂ مشائخ قادریہ برکاتیہ رضویہ،المجمع المصباحی مبارکپور،۲۰۰۲ء،ص۴۹۴

(۷۳)مولانا محمد شہاب الدین رضوی،تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ،رضا اکیڈمی ممبئی،۱۹۹۵ء،ص۵۵

(۷۴)مولانا محمد شہاب الدین رضوی،تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ،رضا اکیڈمی ممبئی،۱۹۹۵ء،ص۷۸

(۷۵)مولانا محمد شہاب الدین رضوی،تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ،رضا اکیڈمی ممبئی،۱۹۹۵ء،ص۹۹

(۷۶)مولانا محمد شہاب الدین رضوی،تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ،رضا اکیڈمی ممبئی،۱۹۹۵ء،ص۳۸۵،۳۸۴

(۷۷)ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی،تاریخ مشائخ قادریہ،دہلی،۲۰۰۱ء،ص۴۰۲/۲

(۷۸)مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان،الملفوظ،حصہ اول رضوی کتاب گھر دہلی،۲۰۰۲ء ص۳۳

(۷۹)مولانا محمد شہاب الدین رضوی،مفتی اعظم اوران کے خلفا،رضا اکیڈمی ممبئی،۱۹۹۰ء،ص۳۰/۱

(۸۰)مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان،الملفوظ،رضوی کتاب گھر دہلی،۲۰۰۲ء ص۳۳

(۸۱)مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں،فتاویٰ مصطفویہ،رضا اکیڈمی ممبئی،۲۰۰۰ء،ص۲۸

(۸۲)مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں،فتاویٰ مصطفویہ،رضا اکیڈمی ممبئی،۲۰۰۰ء،ص۲۸

(۸۳)مولانا محمد شہاب الدین رضوی،مفتی اعظم اوران کے خلفا،رضا اکیڈمی ممبئی،۱۹۹۰ء،ص۳۰/۱

(۸۴)مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں،فتاویٰ مصطفویہ،رضا اکیڈمی ممبئی،۲۰۰۰ء،ص۸

(۸۵)پروفیسر فاروق احمد صدیقی،مفتی اعظم اور سامانِ بخشش مشمولہ جہانِ مفتی اعظم ممبئی،۶۳۲

(۸۶)مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان،سامانِ بخشش،قادری دارالاشاعت دہلی،۱۹۸۵ء،ص۱۱

(۸۷)مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں،فتاویٰ مصطفویہ،رضا اکیڈمی ممبئی،۲۰۰۰ء،ص۱۷تا۲۴

(۸۸)جہانِ مفتی اعظم،رضا اکیڈمی ممبئی،۲۰۰۷ء،ص۷۵۷تا۷۷۶

(۸۹)مولانا محمد شہاب الدین رضوی،مفتی اعظم اوران کے خلفا،رضا اکیڈمی ممبئی،۱۹۹۰ء،ص۹۳تا۱۰۱/۱

(۹۰)سالنامہ یادگارِ رضا،مفتی اعظم نمبر،۲۰۰۶ء،رضا اکیڈمی ممبئی،ص۱۳۷تا۱۵۴

(۹۱)سالنامہ یادگارِ رضا،مفتی اعظم نمبر،۲۰۰۶ء،رضا اکیڈمی ممبئی،ص۷۹،۸۰،۸۱

(۹۲)ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی،تاریخ مشائخ قادریہ،کتب خانہ امجدیہ دہلی،۲۰۰۱ء،ص۴۵۴،۴۵۵/۲

(۹۳)مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی،تذکرۂ مشائخ قادریہ برکاتیہ رضویہ،مبارکپور،۲۰۰۲ء،ص۵۲۰

(۹۴)ماہنامہ استقامت ڈائجسٹ کانپور،مفتی اعظم نمبر،مئی ۱۹۸۳ء،ص۸۱

(۹۵)مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں،سامانِ بخشش،قادری دارالاشاعت دہلی،۱۹۸۵ء ص۳۸

(۹۶)مولانا محمد شہاب الدین رضوی،مفتی اعظم اوران کے خلفا،رضا اکیڈمی ممبئی،۱۹۹۰ء،ص۹۷/۱

(۹۷) مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں،سامانِ بخشش،قادری دارالاشاعت دہلی،۱۹۸۵ء ص۱۴

(۹۸)’’مفتی اعظم یادوں کے جھروکوں سے‘‘،مشمولہ جہانِ مفتی اعظم ممبئی،۲۰۰۷ء،ص۹۵۸

(۹۹)سالنامہ یادگارِ رضا،مفتی اعظم نمبر،رضا اکیڈمی ممبئی،۲۰۰۶ء ص۱۱۰

(۱۰۰)مولانا یٰسین اختر مصباحی،تین برگزیدہ شخصیتیں،رضوی کتاب گھر دہلی،۱۹۹۳ء،ص۳۹

(۱۰۱)سالنامہ تجلیاتِ رضا بریلی،صدرالعلما محدث بریلوی نمبر،۲۰۰۷ء،ص۸۱

(۱۰۲)جہانِ مفتی اعظم،رضا اکیڈمی ممبئی،۲۰۰۷ء،ص۱۰۵۸

(۱۰۳)سالنامہ تجلیات رضا بریلی،صدرالعلما محدث بریلوی نمبر،۲۰۰۷ء،ص۸۲

(۱۰۴)مولانا محمد شہاب الدین رضوی،تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ،رضا اکیڈمی ممبئی،۱۹۹۵ء،ص۲۹۸

(۱۰۵)مولانا محمد شہاب الدین رضوی،تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ،رضا اکیڈمی ممبئی،۱۹۹۵ء،ص۹۹،۱۰۰

(۱۰۶)مولانا محمد شہاب الدین رضوی،مفتی اعظم اوران کے خلفا،رضا اکیڈمی ممبئی،۱۹۹۰ء،ص۲۶۲/۱

(۱۰۷)مولانا محمد شہاب الدین رضوی،تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ،رضا اکیڈمی ممبئی،۱۹۹۵ء،ص۱۰۲

(۱۰۸)مولانا محمد شہاب الدین رضوی،تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ،رضا اکیڈمی ممبئی،۱۹۹۵ء،ص۵۵

(۱۰۹)ملاحظہ کریں:تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ،رضا اکیڈمی ممبئی،۱۹۹۵ء

(۱۱۰)جہانِ مفتی اعظم،رضا اکیڈمی ممبئی،۲۰۰۷ء،ص۱۰۵۹

(۱۱۱) سالنامہ تجلیاتِ رضا بریلی، صدر العلما محدث بریلوی نمبر، ۲۰۰۷ء، ص ۸۵

(۱۱۲) مولانا محمد شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۰ء، ص ۳۶۲/۱

(۱۱۳) مولانا محمد شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۰ء، ص ۳۶۲/۱

(۱۱۴) مولانا محمد شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۰ء، ص ۳۶۳/۱

(۱۱۵) مولانا محمد شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۰ء، ص ۳۶۸/۱

(۱۱۶) مولانا محمد شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۰ء، ص ۱۱۰/۱

(۱۱۷) مولانا محمد شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۰ء، ص ۱۱۱/۱

(۱۱۸) مولانا محمد شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۰ء، ص ۱۱۲/۱

(۱۱۹) تفصیل ملاحظہ کریں: مفتی اعظم اور ان کے خلفا/ تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ برکاتیہ

(۱۲۰) مولانا عبد المجتبیٰ رضوی، تذکرۂ مشائخ قادریہ برکاتیہ رضویہ، مبارک پور، ۲۰۰۲ء، ص ۵۳۵

(۱۲۱) مولانا محمد شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۰ء، ص ۳۷۱/۱

(۱۲۲) مولانا محمد شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۰ء، ص ۳۶۲/۱

(۱۲۳) مولانا محمد شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۰ء، ص ۳۷۱/۱

(۱۲۴) مولانا محمد شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۰ء، ص ۲۶۱/۱

(۱۲۵) سالنامہ تجلیاتِ رضا، صدر العلما محدث بریلوی نمبر، بریلی شریف، ۲۰۰۷ء، ص ۹۱

(۱۲۶) سالنامہ تجلیاتِ رضا، صدر العلما محدث بریلوی نمبر، بریلی شریف، ۲۰۰۷ء، ص ۹۲

(۱۲۷) سالنامہ تجلیاتِ رضا، صدر العلما محدث بریلوی نمبر، بریلی شریف، ۲۰۰۷ء، ص ۹۴

(۱۲۸) مولانا محمد شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۰ء، ص ۲۶۳/۱

(۱۲۹) مولانا محمد شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۰ء، ص ۲۶۳/۱

(۱۳۰) مولانا محمد شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۰ء، ص ۲۶۳/۱

(۱۳۱) ماہنامہ کنز الایمان دہلی، شمارہ اکتوبر، ۲۰۰۷ء، ص ۵۰

(۱۳۲) سالنامہ تجلیاتِ رضا، صدر العلما محدث بریلوی نمبر، بریلی شریف، ۲۰۰۷ء، ص ۴۹۳

(۱۳۳) سالنامہ تجلیاتِ رضا، صدر العلما محدث بریلوی نمبر، بریلی شریف، ۲۰۰۷ء، ص ۴۹۹

(۱۳۴) سالنامہ تجلیاتِ رضا، صدر العلما محدث بریلوی نمبر، منتخب کلام تحسین میاں بریلوی، ص ۵۰۴

(۱۳۵) سالنامہ تجلیاتِ رضا، صدر العلما محدث بریلوی نمبر، بریلی شریف، ۲۰۰۷ء، ص ۶۴

(۱۳۶) سالنامہ تجلیاتِ رضا، صدر العلما محدث بریلوی نمبر، منتخب کلام تحسین میاں بریلوی، ص ۵۰۱

(۱۳۷) سالنامہ تجلیاتِ رضا، صدر العلما محدث بریلوی نمبر، منتخب کلام تحسین میاں بریلوی، ص ۵۰۶

(۱۳۸) مولانا محمد شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۰ء، ص ۱۴۵/۱

(۱۳۹) مولانا محمد شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۰ء، ص ۱۴۵/۱

(۱۴۰) مولانا محمد شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۰ء، ص ۱۴۶/۱

(۱۴۱) مولانا محمد شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۰ء، ص ۱۴۹/۱

(۱۴۲) مولانا محمد اختر رضا خاں ازہری، سفینۂ بخشش، رضا اکیڈمی ممبئی، ۲۰۰۶ء، ص ۳

(۱۴۳) مولانا محمد اختر رضا خاں ازہری، سفینۂ بخشش، رضا اکیڈمی ممبئی، ۲۰۰۶ء، ص ۵۱، ۵۲

(۱۴۴) مولانا حسن رضا بریلوی، ذوقِ نعت، مکتبۃ المدینہ ممبئی، ص ۹۶

(۱۴۵) مولانا محمد شہاب الدین رضوی، مفتی اعظم اور ان کے خلفا، رضا اکیڈمی ممبئی، ۱۹۹۰ء، ص ۱۶۷/۱

(۱۴۶) مولانا محمد مصطفیٰ رضا نوری، سامانِ بخشش (حاشیہ)، قادری دار الاشاعت دہلی، ص ۱۵۴

☆☆☆